هدية
HADIYAH

حج وعمرہ اور زیارت کے بہت سے مسائل کی تحقیق ووضاحت کتاب وسنت کی روشنی میں

التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة على ضوء الكتاب والسنة

اردو

أردو

تالیف
علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

ح جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٦هـ

بن باز ، عبدالعزيز
التحقيق والإيضاح في مسائل الحج والعمرة - أردو. / عبدالعزيز بن باز - ط١. .- الرياض ، ١٤٤٦هـ
١٣٩ ص ؛ ..سم

رقم الإيداع: ١٤٤٦/١٧٠٠٦
ردمك: ٩-٢٢-٨٥٣٤-٦٠٣-٩٧٨

التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة على ضوء الكتاب والسنة

حج وعمرہ اور زیارت کے بہت سے مسائل کی تحقیق وضاحت کتاب وسنت کی روشنی میں

تالیف

علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

مقدمہ مؤلف

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں، اور درود و سلام نازل ہو ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں، امابعد:

مسائل حج کی بابت یہ مختصر مجموعہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں حج، عمرہ اور زیارت کے بیش تر مسائل کی تحقیق و وضاحت پر مشتمل ہے۔ میں نے اسے اپنے لیے اور ان مسائل کی جستجو رکھنے والے مسلمانوں کے لیے جمع کیا ہے۔ اور میں نے ان مسائل کو دلائل کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۶۳ھ میں جلالۃ الملک عبد العزیز بن عبدالرحمن الفیصل، اللہ ان کی روح کو پاک کرے اور انہیں اچھی آرام گاہ عطا کرے، کے خرچ پر شائع ہوا تھا۔

اس کے بعد میں نے اس کے مسائل کو کچھ اور مفصل کیا اور جن تحقیقات کی ضرورت محسوس کی، ان کا اضافہ کیا اور اسے دوبارہ چھاپنا چاہا تاکہ بندگان الہی کو اس سے فائدہ پہنچے اور اس کا نام (حج وعمرہ اور زیارت کے بیش تر مسائل کی تحقیق و وضاحت کتاب وسنت کی روشنی میں) رکھا۔ بعد میں، میں نے اس میں بہت سے اہم

اضافے اور مفید تنبیہات شامل کیے تاکہ کتاب پوری طرح مفید ہو جائے، یہ کتاب اب تک متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کا نفع عام کر دے اور اس کوشش کو اپنی ذات کریم کے لیے خاص کر لے اور جنت النعیم میں داخل ہونے کے لیے اسے ذریعہ بنا دے، آمین۔ بے شک اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے، اور اللہ بلند عظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ برائی سے پھرنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت۔

مؤلف

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

مفتئ عام مملکت سعودی عرب وصدر کبار علماء کمیٹی

وصدر شعبہ برائے علمی و تحقیقی مقالات اور فتاوی

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔[1]

تمام تعریفیں صرف تمام جہانوں کے رب اللہ کے لئے ہیں، اور بہتر انجام تقوی والوں کے لئے ہے، درود وسلام نازل ہو اللہ کے بندے اور رسول محمد پر، اور ان کی تمام آل اور ان کے تمام صحابہ پر، امابعد:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حج اور اس کے فضائل وآداب اور سفر حج کا ارادہ کرنے والوں کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کا بیان موجود ہے اور اختصار ووضاحت کے ساتھ حج، عمرہ اور زیارت کے بہت سے اہم مسائل کا ذکر ہے۔ میں نے اس رسالہ میں صرف انہی امور کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جن پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے دلیل قائم ہے، میں نے انہیں محض مسلمانوں کی خیر خواہی کی نیت اور اللہ کے اس ارشاد کی تعمیل میں جمع کیا ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥ ﴾

"اور نصیحت کیجیے، بے شک نصیحت مومنوں کو نفع پہنچائے گی۔"[الذاریات:۵۵]

اور ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ ﴾

---

[1] مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ، از: سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (۲۵/ ۱۱۶-۱۱۷)۔

"اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے سامنے ضرور ظاہر کرنا اور چھپانا نہیں"۔[المائدہ:۲]پوری آیت۔

اور ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ ﴾

"اور نیکی و تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو"۔[آل عمران:۱۸۷]

اور نبی کریم ﷺ کی اس صحیح حدیث کے مصداق جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "دین خیر خواہی کا نام ہے - تین بار فرمایا- کہا گیا: اے اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلم حکام کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے"۔[1]

اور طبرانی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمانوں کے معاملات پر توجہ نہ دے وہ ان میں سے نہیں ہے اور جس کی صبح و شام، اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول اور مسلم حکام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں نہ گزرے وہ ان میں سے نہیں ہے"۔[2]

---

[1] اسے امام مسلم (حدیث نمبر ۵۵) نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[2] طبرانی الاوسط (۷۴۶۹)۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ مجھے اور سب مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اس سلسلہ میں میری کوشش کو اپنی ذات کریم کے لیے خالص فرمائے اور اسے جنت النعیم میں داخلہ کا ذریعہ بنائے، یقیناً اللہ تعالی سب سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، اللہ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

فصل

حج اور عمرہ کے وجوب کے دلائل اور ان کی ادائیگی میں جلدی کرنے کا بیان

اللہ ہم کو اور آپ کو حق کی معرفت اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے، معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اپنے حرمت والے گھر کا حج واجب کیا ہے اور اسے اسلام کا ایک رکن بنایا ہے،

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

"اور اللہ کی رضا کے لیے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے"۔[آل عمران:٩٧]

اور صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ

کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا"۔[1]

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو ان علاقوں کی طرف بھیجوں جو ہر ایسے شخص کا پتہ لگائیں، جس نے طاقت[2] ہونے کے باوجود حج نہیں کیا ہے، تاکہ ان پر جزیہ مقرر کر دیں۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں"۔[3]

اور علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے اس کے لیے برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر"۔[4]

جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اس نے اب تک حج نہیں کیا ہو تو اس کو جلدی کرنا چاہیے، کیوں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری (۸) صحیح مسلم (۱۶)۔

[2] جامع الاحادیث (۲۸/ ۳۱۸) (حدیث نمبر ۳۱۲۲۱) میں اس کی نسبت سنن سعید بن منصور کی جانب کی گئی ہے، لیکن مجھے یہ حدیث میرے پاس دست یاب نسخے میں نہیں ملی۔

[3] یعنی مال و دولت کی کشادگی۔

[4] اسے ترمذی نے (حدیث نمبر ۸۱۲) کے تحت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

فرمایا: "حج کو جلدی ادا کر لیا کرو۔ یعنی فرض حج-، کیون کہ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کے سامنے کون سے مجبوری آجائے"۔[1] اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اور اس لیے بھی کہ جس پر حج فرض ہو چکا ہے اس کے لیے اللہ کے اس ارشاد کے مطابق فی الفور حج ادا کرنا واجب ہے:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًاۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

"اور اللہ کی رضا کے لیے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے"۔ [آل عمران:۹۷]

اور نبی ﷺ کے اپنے خطبہ میں اس ارشاد کے مطابق: "لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، اس لیے تم حج کرو"۔[2]

اور عمرہ کے وجوب پر بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے چند اس طرح ہیں:

---

[1] سنن ابوداود ۱۷۳۲۔

[2] صحیح مسلم: ۱۳۳۷۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے اسلام کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرو، جنابت کا غسل کرو، پورا وضو کرو اور رمضان کے روزے رکھو"۔[1]

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور دار قطنی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اس کی سند ثابت اور صحیح ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی کہ انہوں نے دریافت کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد فرض ہے، جس میں لڑائی نہیں ہے: حج اور عمرہ"۔[2] اس حدیث کو احمد اور ابن ماجہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

---

(1) صحیح ابن خزیمہ، (۱/۴) حدیث نمبر ا۔

(2) صحیح بخاری: ۱۵۲۰۔

حج اور عمرہ زندگی میں ایک بار فرض ہیں، جیسا کہ حدیث میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "حج ایک مرتبہ فرض ہے اور جو اس سے زیادہ کرے تو نفل ہے"۔[1]

البتہ نفلی حج اور عمرہ کثرت سے کرنا مسنون ہے، کیوں کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ، ان دونوں کے درمیان کی خطاؤں کے لیے کفارہ ہے، اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں"۔[2]

---

(۱) سنن نسائی: ۲۶۲۰۔

(۲) صحیح بخاری: ۱۷۷۳، صحیح مسلم: ۱۳۴۹۔

فصل

گناہوں سے توبہ کرنے اور مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے وجوب کا بیان:

جب مسلمان حج یا عمرہ کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرے، یعنی احکامات الہی پر عمل اور نواہی سے اجتناب کی تاکید کرے۔

اور اس کا یا اس کے ذمہ جتنا قرض ہو اس کو لکھ ڈالے اور اس پر گواہ بنادے، اور یہ بھی واجب ہے کہ تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنے میں جلدی کرے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

"اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ کامیاب ہو جاؤ"۔[النور: ۳۱]

اور سچی توبہ کی حقیقت ہے: گناہوں سے باز آنا، ان کو چھوڑ دینا، پچھلے گناہوں پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم رکھنا۔ اگر اس کے پاس لوگوں کے مال، آبرو یا جان

کا کوئی حق باقی ہو تو اپنے سفر سے پہلے اس کو ان تک واپس کر دے یا ان سے معاف کرا لے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس کے پاس اس کے بھائی کے مال یا آبرو کا کوئی حق باقی ہو، اسے چاہیے کہ اس دن کے آنے سے پہلے اس سے پاک وصاف ہو جائے، جس دن نہ درہم کام آئے گا نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی، تو صاحب حق کو اس کے حق کے بہ قدر دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو صاحب حق کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے"۔[۱]

حج وعمرہ کے لیے پاکیزہ حلال کمائی میں سے خرچ کا انتظام کرنا چاہیے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالی پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے"۔[۲] اور طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی پاکیزہ زاد سفر کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پاؤں سواری کے رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، تو اس کو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول ہو اور رحمت الٰہی تجھ پر نازل ہو۔ تیرا توشہ حلال اور تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول ہے، گناہوں سے پاکی ہے۔ اور جب آدمی حرام کمائی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور سواری کے رکاب میں پاؤں رکھ کر پکارتا ہے:

---

(۱) صحیح بخاری:۲۴۴۹۔

(۲) صحیح مسلم:۱۰۱۵۔

حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، تو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول نہیں، نہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ تیرا زاد سفر حرام، تیری کمائی حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے"۔ (۱)

حاجی کو چاہیے کہ لوگوں کی کمائی سے بے نیاز رہے اور سوال کرنے سے پرہیز کرے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص سوال کرنے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص بے نیاز ہونے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتا ہے"۔ (۲)

رسول ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے: "آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہو گا"۔ (۳)

حاجی کو چاہیے کہ اپنے حج اور عمرہ سے اللہ کی رضا اور دار آخرت کی فلاح کا طالب ہو اور ان مقدس مقامات میں ایسے اقوال واعمال سے اللہ کا تقرب چاہے جو اللہ کو پسند ہوں اور حج کے ذریعہ دنیا کمانے سے پوری طرح بچے، اسی طرح حج کے ذریعہ

---

(۱) المعجم الکبیر للطبراني ۴۰/۲۰، حدیث نمبر ۲۹۸۹۔
(۲) صحیح بخاری: ۱۴۲۷، صحیح مسلم: ۱۰۳۵۔
(۳) صحیح بخاری: ۱۴۷۴، صحیح مسلم: ۴۰۴۰۔

ریا، شہرت اور فخر ومباہات بھی نہ چاہے، کیوں کہ یہ سب بدترین مقاصد ہیں اور اعمال کی بربادی اور عدم قبولیت کا سبب ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيۡهِمۡ أَعۡمَٰلَهُمۡ فِيهَا وَهُمۡ فِيهَا
لَا يُبۡخَسُونَ ١٥ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ
فِيهَا وَبَٰطِلٞ مَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ١٦ ﴾

"جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو، ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں"۔[ھود:۱۵-۱۶]

نیز فرمان باری تعالی ہے:

﴿ مَّن كَانَ يُرِيدُ ٱلۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ
يَصۡلَىٰهَا مَذۡمُومٗا مَّدۡحُورٗا ١٨ وَمَنۡ أَرَادَ ٱلۡأٓخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعۡيَهَا وَهُوَ مُؤۡمِنٞ
فَأُوْلَٰٓئِكَ كَانَ سَعۡيُهُم مَّشۡكُورٗا ١٩ ﴾

"جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں سر دست دیتے ہیں بالآخر اس کے لئے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہو گا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لیے پوری سعی کرے گا بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو، سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہو گی"۔[الإسراء:۱۸-۱۹]

اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحیح حدیث ہے، آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمام شرکا کی بہ نسبت شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ کوئی شخص جب کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرتا ہے، تو میں اسے اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔"[1]

حاجی کو چاہیے کہ اپنے سفر میں صاحب طاعت و تقوی اور عالم دین کا ساتھ اختیار کرے اور جہلاء وفساق کے ساتھ سے پرہیز کرے۔

اسی طرح حاجی کو چاہیے کہ حج اور عمرہ کی مشروع باتوں کو سیکھ اور سمجھ لے اور مشکل مسائل دریافت کرلے تاکہ اسے پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔ جب وہ اپنی سواری موٹر یا ہوائی جہاز یا کسی اور سواری پر سوار ہو تو بسم اللہ کہنا اور اللہ کی حمد و ثنا کرنا

---

[1] صحیح مسلم:۲۹۸۵۔

چاہیے اور تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھنا چاہیے:

﴿ سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقۡرِنِينَ ١٣ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ١٤ ﴾

"پاک ہے وہ ذات جس نے اسے (سواری کو) ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں کر لینے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف واپس جانے والے ہیں"۔[الزخرف:۱۳-۱۴]

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِي هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللَّهُمَّ أَنتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ» "اے اللہ! میں اس سفر میں نیکی اور تقوی کا سوال کرتا ہوں اور اس عمل کا جس سے تو راضی ہے۔ اے اللہ! ہم پر ہمارے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی دوری کو ہمارے لئے لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ساتھی ہے اور اہل وعیال میں جانشین ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں اور برے منظر اور اہل وعیال اور مال کو بری حالت میں دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں"۔[1]

---

(۱) صحیح مسلم:۱۳۴۲۔

کیوں کہ ایسا کرنا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے بسند صحیح ثابت ہے جسے مسلم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔

سفر کے دوران اذکار، استغفار، دعا، اللہ کے سامنے گریہ وزاری، تلاوت قرآن اور اس کے معانی پر غور وفکر کا اہتمام کثرت سے کرتے رہے۔ پابندی سے باجماعت نماز ادا کرے۔ اور اس کے ساتھ ہی بہت زیادہ گفتگو، غیر ضروری باتوں اور بہت زیادہ ہنسی مذاق کرنے سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے۔ نیز جھوٹ، غیبت، چغلی خوری اور اپنے دوستوں اور مسلمانوں کی ہنسی اڑانے سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے۔

اس کے بجائے اس کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، ان کی مصیبتیں دور کرے، انہیں جتنا ہو سکے حکمت وموعظت کے ساتھ بھلائی کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

فصل

میقات پہنچ کر حاجی کے کرنے والوں کاموں کا بیان

حاجی جب میقات پر پہنچ جائے تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے اور خوشبو لگائے، کیوں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے احرام کے وقت سلے ہوئے کپڑے اتار دیے تھے اور غسل فرمایا تھا، نیز صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: "احرام باندھنے سے قبل میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حلال ہو جاتے قبل اس کے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کریں (یعنی حل اصغر کے بعد اور حل اکبر سے پہلے)"۔[1] عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کے لیے احرام باندھ رکھا تھا، لیکن جب وہ حائضہ ہو گئیں تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو فرمایا کہ غسل کر لیں اور حج کے لیے احرام باندھ لیں۔ اسی طرح اسما بنت عمیس کو جب ذو الحلیفہ میں بچہ پیدا ہوا، تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو حکم دیا کہ غسل کر لیں اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ لیں پھر احرام باندھ لیں۔[2] اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حائضہ یا نفاس والی عورت جب میقات پر پہنچے تو غسل کر کے لوگوں کے ساتھ احرام باندھ لے اور بیت اللہ کے طواف کے

---

(1) صحیح مسلم: ۱۲۱۸۔

(2) صحیح بخاری: ۱۵۳۹، صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔

علاوہ باقی حج کے تمام کام ویسے ہی کرے جیسے دوسرے حاجی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہما کو اس کا حکم دیا تھا۔

احرام باندھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ اپنی مونچھ، ناخن اور زیر ناف و بغل کے بال کی دیکھ بھال کرلے اور ان کی حسب ضرورت کانٹ چھانٹ کر یا تراش کر اصلاح کرلے، تاکہ احرام باندھنے کے بعد حالت احرام میں اس کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ اس لیے بھی مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں کا خیال رکھنے کا حکم دوسرے اوقات کے لیے بھی فرمایا ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں: ختنہ کرانا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھ چھوٹی کرنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھاڑنا"۔[1] اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "ہمارے لیے مونچھ تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے کا وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ ہم انہیں چالیس دنوں سے زیادہ نہ چھوڑیں"۔[2]

اور نسائی میں یوں مذکور ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے وقت مقرر کیا

---

[1] صحیح بخاری: ۵۸۹۱، صحیح مسلم: ۲۵۷۔

[2] صحیح مسلم: ۲۵۸۔

ہے"۔ اسے احمد، ابوداود اور ترمذی نے نسائی کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ البتہ احرام کے وقت سر کے بالوں کا کچھ بھی حصہ مونڈنا نہ عورت کے لیے مشروع ہے نہ مرد کے لیے۔

داڑھی مونڈنا یا اس کا کچھ بھی حصہ کم کرنا ہر وقت حرام ہے، بلکہ داڑھی کو چھوڑ دینا اور اس کو بڑھانا واجب ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو"۔[1] اور مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مونچھوں کو کاٹو اور داڑھی کو چھوڑ دو اور مجوس کی مخالفت کرو"۔[2]

افسوس اس زمانے میں یہ وبا عام ہو گئی ہے اور کثرت سے لوگ داڑھی کی اس سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور کفار اور عورتوں کی مشابہت کے لیے زور لگاتے ہیں، خاص طور پر علم اور تعلیم سے نسبت رکھنے والے لوگ، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سنت کی موافقت اور سختی سے اس پر عمل کی اور ہدایت کی

---

(۱) صحیح بخاری: ۲۸۹۲، صحیح مسلم: ۲۵۹۔

(۲) صحیح مسلم: ۲۶۰۔

راہ پر چلنے کی اور اکثر لوگوں کے اعراض کے باوجود انہیں اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم۔

اس کے بعد حاجی ایک تہبند اور ایک چادر پہن لے، بہتر ہے کہ دونوں سفید اور صاف ہوں اور مستحب ہے کہ دونوں جوتے پہن کر احرام باندھے، کیوں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہر شخص کو ایک ازار اور ایک چادر اور دو جوتوں میں احرام باندھنا چاہیے۔ اگر جوتے نہ پائے، تو چمڑے کے موزے پہن لے اور ان کو کاٹ کر ٹخنوں سے نیچے کرلے"۔[1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

البتہ عورت کے لیے جائز ہے کہ کالا یا سبز یا کسی بھی رنگ کا کپڑا احرام میں استعمال کرے۔ صرف اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔ احرام کی حالت میں اس کے لیے نقاب* اور دستانے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ نقاب اور دستانے کے علاوہ کسی اور چیز سے وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں ڈھک لے۔ کیوں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے محرم عورت کو نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم:۱۱۷۷۔

* یہاں نقاب سے مراد اردوداں طبقہ میں معروف نقاب نہیں ہے، بلکہ یہاں نقاب سے مراد عورتوں کے چہرے کو چھپا لینے والا ایسا کپڑا ہے جس میں آنکھوں کی جگہ سوراخ ہو۔

نقاب اور دستانے کے علاوہ کسی اور چیز سے وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں ڈھک لے، جو لوگ عورت کے احرام کے لیے سبز یا کالے رنگ کو خاص کرتے ہیں، تو ان کا یہ عمل بے بنیاد ہے۔

غسل، صفائی اور احرام کے کپڑے پہننے کے بعد حج یا عمرہ جس کا ارادہ رکھتا ہو دل سے اس میں داخل ہونے کی نیت کی جائے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی جو نیت کرتا ہے وہی پاتا ہے"۔[1]

حج و عمرہ کے لئے نیت کی ہوئی چیز کو لفظوں میں ادا کرنا مشروع ہے۔ اگر عمرہ کی نیت ہے تو کہے: (عمرہ کے لیے حاضر ہوں۔) یا (اے اللہ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں)۔ اور اگر حج کی نیت ہے تو کہے: (میں حج کے لیے حاضر ہوں۔) یا (اے اللہ! میں حج کے لیے حاضر ہوں۔) اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور اگر حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کی ہے، تو کہے: (اے اللہ! میں عمرہ اور حج دونوں کے لیے حاضر ہوں)۔ افضل یہ ہے کہ نیت کے یہ الفاظ سواری یا جانور یا موٹر وغیرہ پر سوار ہونے کے بعد ادا کیے جائیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت لبیک پکارا تھا، جب آپ ﷺ سواری پر بیٹھ گئے تھے اور سواری میقات سے چلنے کے لیے

---

[1] بخاری (۱)، مسلم (۱۹۰۷)۔

حرکت میں آچکی تھی۔ اہل علم کا سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے۔

نیت کی ہوئی چیز کو الفاظ کے ذریعہ ادا کرنا صرف احرام ہی کے لیے خاص ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں خاص طور سے مروی ہے۔

لیکن نماز و طواف وغیرہ کے لیے نیت کو لفظوں سے نہیں ادا کرنا چاہیے۔ مثلا یوں نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے اس نماز کی نیت کی، یا میں طواف کی نیت کرتا ہوں۔ اس طرح لفظوں میں نیت کرنا بدعت ہے اور بلند آواز سے کہنا اور بھی زیادہ قبیح اور گناہ کا کام ہے، اگر نیت کو لفظوں سے ادا کرنا مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے ضرور بیان کرتے، یا اپنے فعل یا قول سے امت کے لیے اس کی وضاحت فرماتے اور سلف صالحین بھی اس پر ہم سے پہلے عمل کیے ہوتے۔

لیکن جب نہ تو نبی ﷺ سے یہ منقول ہے، نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے، تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "سب سے بدتر کام وہ ہے جو (دین کے نام پر) نیا ایجاد کیا گیا ہو، اور

ہر بدعت گمراہی ہے"۔[1]

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا، جو اس کا حصہ نہیں ہے، تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے"۔[2] اس کے صحیح ہونے پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔ جب کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے: "جس نے کوئی ایسا کام کیا، جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے"۔[3]

---

(۱) صحیح مسلم ۸۶۷۔

(۲) صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸۔

(۳) صحیح بخاری: ۲۵۵۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۸۔

فصل

مکانی میقات اور اس کی تحدید

مکانی میقات پانچ ہیں:

۱۔ ذوالحلیفہ، جو مدینہ والوں کی میقات ہے جس کو اب لوگ ابیار علی کہتے ہیں۔

۲۔ جحفہ، جو اہل شام کی میقات ہے، یہ رابغ کے قریب ایک ویران بستی ہے، لیکن لوگ اب رابغ ہی سے احرام باندھتے ہیں، اور جو لوگ بھی رابغ سے احرام باندھتے ہیں ان کا احرام میقات ہی سے شمار ہوتا ہے، کیوں کہ رابغ جحفہ سے تھوڑا پہلے ہی واقع ہے۔

۳۔ قرن منازل، جو اہل نجد کی میقات ہے، جس کو آج کل "سیل" کہا جاتا ہے۔

۴۔ یلملم، جو اہل یمن کی میقات ہے۔

۵۔ ذات عرق، جو اہل عراق کی میقات ہے۔

ان میقاتوں کو نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مذکورہ بالا مقامات والوں کے لیے مقرر فرمایا ہے، یہ ان سب لوگوں کے لیے بھی ہے جو حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزریں۔

ان میقاتوں کو نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مذکورہ بالا مقامات والوں کے لیے مقرر فرمایا

ہے۔ ساتھ ہی ان اماکن کے باشندوں کے علاوہ جو لوگ بھی حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزریں، ان کے لئے بھی یہ میقات ہیں۔ اور جو شخص بھی مکہ جانے کے لیے حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزرے، اس کے لیے واجب ہے کہ یہاں سے احرام باندھ لے۔ اس کے لئے بغیر احرام باندھے یہاں سے آگے بڑھنا حرام ہے۔ خواہ اس کا گزر خشکی کے راستہ سے ہو یا فضائی راستہ سے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میقاتوں کو مقرر کرتے وقت یہ عام حکم فرمایا تھا: "یہ میقاتیں ان کے اہالیان کے لیے ہیں اور ان کے علاوہ ان دیگر لوگوں کے لیے بھی جو حج اور عمرہ کی نیت سے یہاں گزریں"۔[1]

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے ہوائی جہاز سے مکہ کی طرف جا رہا ہو، اس کو چاہیے کہ جہاز میں بیٹھنے سے پہلے غسل وغیرہ کر لے۔ جب جہاز میقات کے قریب پہنچے تو تہ بند اور چادر پہن کر، اگر وقت میں گنجائش ہے، تو عمرہ کے لیے لبیک پکار دے اور اگر وقت تنگ ہو تو صرف حج کے لیے لبیک پکارے۔ اگر سوار ہونے سے پہلے ہی یا میقات کے قریب ہونے سے قبل کوئی شخص احرام کی چادریں اوڑھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن جب تک میقات کے قریب یا بالمقابل نہ آجائے اس وقت تک لبیک نہ

[1] صحیح بخاری: ۱۵۲۴، صحیح مسلم: ۱۱۸۱۔ راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

پکارے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے میقات ہی سے احرام باندھا ہے اور امت کا فرض ہے کہ تمام دینی کاموں کی طرح وہ اس میں بھی نبی ﷺ کی پیروی کرے، کیوں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

"تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"۔[الأحزاب:۲۱]

اور نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا: "مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو"۔[۱]

لیکن جو شخص حج اور عمرہ کی نیت نہیں رکھتا، مثلا تاجر، بڑھئی، ڈاکیہ وغیرہ، ایسا شخص مکہ جائے تو اس کے لیے احرام ضروری نہیں، وہ خود چاہے تو اور بات ہے، کیوں کہ رسول ﷺ نے مواقیت کے بیان میں سابقہ حدیث میں یہ فرمایا: "یہ میقاتیں ان کے اہالیان کے لیے ہیں اور ان کے علاوہ ان دیگر لوگوں کے لیے بھی جو حج اور عمرہ کی نیت سے یہاں گزریں"۔[۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان میقاتوں سے گزرے، لیکن اس کا ارادہ حج

---

[۱] صحیح مسلم:۲۲۹۷۔

[۲] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

وعمرہ کا نہ ہو تو اس کے لیے احرام ضروری نہیں۔

اور یقیناً بندوں پر اللہ تعالی کی یہ بڑی رحمت اور سہولت ہے۔ فلہ الحمد والشکر۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے تو احرام کی حالت میں نہیں تھے، بلکہ آپ سر پر خود پہنے ہوئے تھے، کیوں کہ اس وقت حج اور عمرہ کی نیت نہیں تھی، بلکہ مکہ فتح کرنے اور اس میں موجود شرکیات کو ختم کرنے کی نیت سے آئے تھے۔

جن لوگوں کی رہائش گاہ میقات کے اندر ہو، جیسے جدہ، ام سلم، بحرہ، شرائع، بدر اور مستورہ وغیرہ کے باشندے تو ان پر واجب نہیں کہ وہ ان مذکورہ بالا پانچوں میقاتوں میں سے کسی پر جاکر احرام باندھیں، بلکہ ان کا یہ مسکن ہی ان کی میقات ہے۔ وہ حج یا عمرہ جس کی بھی نیت رکھتے ہوں، یہیں سے اس کا احرام باندھیں۔ اگر کسی کا کوئی اور مسکن ورہائش گاہ ہو، جو میقات سے باہر ہو، تو اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو میقات سے احرام باندھے، ورنہ اپنے اس دوسرے گھر ہی سے احرام باندھ لے، جو میقات کی بہ نسبت مکہ سے زیادہ قریب ہے۔ کیوں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میقات کا ذکر کرتے ہوئے عام بات فرمائی تھی:

"جو لوگ میقات کے اندر ہوں، ان کے احرام کی جگہ[1] ان کا گھر ہے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں گے"۔[2]

لیکن جو لوگ حرم میں ہوں اور عمرہ کرنا چاہتے ہوں ان پر واجب ہے کہ حل (حدود حرم کے باہر کی طرف جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اس لیے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے ان کے بھائی عبد الرحمن کو حکم فرمایا کہ وہ انھیں لے کر حل کی طرف جائیں اور وہاں سے احرام بندھوا کر لائیں، اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا اپنا احرام حرم سے نہیں باندھ سکتا، بلکہ اس کو حل میں جانا ہو گا۔

یہ حدیث عبد اللہ بن عباس کی پچھلی حدیث کو خاص کر دیتی ہے اور اس کی وضاحت کر دیتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث: "مکہ والے مکہ سے ہی تلبیہ پکاریں گے۔"[3] عمرہ کے لیے نہیں بلکہ صرف حج کے لیے مخصوص تھا، کیوں کہ اگر عمرہ کا احرام حرم سے باندھنا جائز ہوتا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی

---

[1] اس حدیث میں وارد لفظ (فَمُهَلُّهُ) کا معنی ہے: ان کے تلبیہ پکارنے کی جگہ وہی ہے جہاں سے انہوں نے احرام باندھا۔

[2] سابقہ حدیث کا ایک حصہ۔

[3] اس حدیث کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

اجازت دے دی ہوتی اور انہیں حل کی طرف جانے کا حکم نہ فرماتے، اور یہ کھلا ثبوت ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور مومن کے لیے سب سے زیادہ احتیاط کی بات بھی یہی ہے۔ کیوں کہ اس میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جو لوگ حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں، جب کہ حج سے پہلے عمرہ کر چکے ہوتے ہیں، تو اس کی مشروعیت کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا عمرہ نہ کرنا ہی افضل ہے، کیوں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ نہیں کیا تھا۔ رہا تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ کرنا، تو وہ محض اس سبب سے تھا کہ جب وہ مکہ تشریف لائیں، تو اپنے ایام ماہواری کی بنا پر عمرہ نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے اس عمرہ کے عوض جس کے لیے میقات سے وہ احرام باندھ کر آئی تھیں، اب دوبارہ عمرہ کرنے کی اجازت دے دیں، تو نبی ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اس طرح ان کے دو عمرے ہو گئے۔ پہلا عمرہ تو ان کے حج کے ساتھ اور یہ ایک الگ عمرہ۔ لہذا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ جیسا عذر درپیش ہو، اس کے لیے اجازت ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے۔ اس

طرح تمام دلائل پر عمل بھی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لیے وسعت اور آسانی بھی ہو گی۔

بلاشبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد حجاج کا اس نئے عمرہ کے لیے مشغول ہونا سب کے لیے تکلیف کا باعث ہے، اس سے بھیڑ میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور حادثات بھی ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

فصل

موسم حج کے علاوہ جو شخص میقات پر پہنچے اس کا حکم:

معلوم ہونا چاہیے کہ میقات تک پہنچنے والوں کی دو حالت ہوتی ہے:

۱۔ اگر حج کے مہینوں کے علاوہ مثلاً رمضان یا شعبان میں پہنچیں تو ان کو چاہیے کہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھیں اور اس طرح زبان سے لبیک پکاریں: (میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں۔)، یا (اے اللہ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں۔) اس کے بعد نبی ﷺ کی طرح لبیک ان لفظوں میں پکاریں: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لا شَرِيكَ لَكَ» "میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک وساجھی نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں، سبھی نعمتیں اور تمام بادشاہت تیری ہے، تیرا کوئی شریک وساجھی نہیں"۔[1] یہ تلبیہ اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتے ہوئے بیت اللہ تک پہنچیں، پھر بیت اللہ پہنچ کر تلبیہ بند کر دیں اور بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کریں اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیں، پھر صفا کی طرف

---

[1] صحیح بخاری:۱۵۴۹، راوی: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، صحیح مسلم:۱۱۸۴۔

جائیں اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائیں، اس کے بعد اپنے سر کے بال منڈوائیں یا چھوٹے کرائیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کا عمرہ پورا ہو گیا، اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں، حلال ہو گئیں۔

۲۔ دوسری حالت یہ ہے کہ حاجی میقات پر حج کے مہینوں یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں پہنچے۔

ایسے شخص کو تین باتوں کا اختیار حاصل ہے: صرف حج، یا صرف عمرہ، یا دونوں ایک ساتھ۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر جب ذی قعدہ میں میقات پر پہنچے، تو آپ نے اپنے اصحاب کو ان تینوں ہی طریقہ حج کا اختیار دیا تھا۔ لیکن جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو ایسے شخص کے بارے میں سنت یہ ہے کہ وہ صرف عمرہ کا احرام باندھے اور سب ارکان ویسے ہی ادا کرے جیسے غیر موسم حج میں عمرہ کرنے والا ادا کرتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تھے، یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنا احرام عمرہ کے لیے خاص کر لیں اور مکہ پہنچ کر انہیں مزید تاکید بھی فرمائی۔ لہذا صحابہ کرام نے طواف و سعی کی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اتباع میں بال منڈوا کر حلال ہو گئے۔ رہے وہ لوگ جن کے پاس قربانی کے جانور تھے، تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ یوم النحر تک اپنے احرام میں باقی

رہیں۔ جو لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر آتے ہیں ان کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھیں' اس لیے کہ نبی ﷺ بھی اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے تو آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ قربانی کا جانور لے کر آئے تھے اور عمرہ کا احرام باندھا تھا ان کو یہ حکم دیا کہ وہ عمرہ کے ساتھ ہی حج کا تلبیہ بھی شامل کر لیں اور دونوں سے قربانی کے دن ہی حلال ہوں اور جو شخص قربانی کا جانور لایا ہو اور صرف حج کا احرام باندھا ہو وہ بھی اپنے احرام میں باقی رہے اور قارن حاجی کی طرح وہ بھی یوم النحر ہی کو حلال ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے صرف حج کا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو، لیکن اس کے پاس قربانی کا جانور نہ تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے احرام میں باقی رہے، بلکہ اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ اپنا احرام عمرہ کے لیے کر لے اور طواف و سعی اور بال کتروا کر حلال ہو جائے، جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو جن کے پاس جانور نہیں تھے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ جو شخص بالکل آخر میں آیا ہو اور حج چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے اپنے سابقہ احرام میں باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں - واللہ اعلم

اگر محرم کو اپنی بیماری یا دشمن کے خوف کی وجہ سے حج کے ادا نہ کر پانے کا خوف

ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ دے: "اگر کوئی روکنے والا مجھے روک دے تو میرے حلال ہونے کی جگہ وہی ہے جہاں مجھے روک دیا جائے"۔ کیوں کہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں حج تو کرنا چاہتی ہوں، لیکن میں بیمار ہوں۔ لہذا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "حج کرو اور یہ شرط باندھو کہ میں وہیں حلال ہو جاؤں گی جہاں کوئی روکنے والا مجھے روک دے گا"۔[1]

اس شرط کا فائدہ یہ ہے کہ اگر محرم کو کسی بیماری یا دشمن کی رکاوٹ کا کوئی عارضہ پیش آجائے جو اس کے لیے حج کی تکمیل سے مانع ہو تو اس کے لیے حلال ہو جانا جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری: ۵۰۸۹، صحیح مسلم: ۱۲۰۷۔

فصل

کیا بچے کا حج، اس کے واسطے حجۃ الاسلام کی جگہ کافی ہو گا؟

چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا حج صحیح ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ کی طرف ایک بچے کو پیش کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا:

"ہاں! اور تمہارے لئے اجر ہے"۔[1]

اور صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات برس کی عمر میں حج کرایا گیا"۔[2] لیکن یہ حج نفلی ہو گا اور فرض حج کے لیے کافی نہ ہو گا۔

یہی حال غلام اور لونڈی کا بھی ہے کہ ان کا حج تو صحیح ہو گا، لیکن فرض حج کے لیے کافی نہیں ہو گا، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم:۱۳۳۶۔

(۲) صحیح بخاری:۱۸۵۸۔

"جو بچہ حج کرے پھر بالغ ہو تو اس پر واجب ہے کہ دوسرا حج کرے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد کر دیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ دوسرا حج کرے"۔[1] اسے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اگر بچہ عقل و شعور نہیں رکھتا ہو، تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا اور اس کو احرام پہنا کر اس کی طرف سے لبیک کہے گا اور بچہ اس وقت محرم سمجھا جائے گا۔ جو چیزیں بڑے محرم کے لیے حرام ہیں، وہی اس کے لیے بھی حرام ہوں گی۔ اسی طرح وہ بچی جو عقل و شعور نہیں رکھتی، اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا، اس کی طرف سے لبیک پکارے گا اور وہ بچی محرم ہو جائے گی اور اس پر بھی وہ سب چیزیں حرام ہوں گی جو بڑی عورت پر حرام ہوتی ہیں۔ حالت طواف میں ان کے بدن اور کپڑے پاک و صاف ہونے چاہئیں، کیوں کہ طواف نماز ہی کی طرح ہے جس کی صحت کے لئے طہارت شرط ہے۔

اگر بچہ و بچی عقل و شعور والے ہوں تو اپنے ولی کی اجازت سے احرام باندھیں گے اور احرام کے وقت غسل و خوشبو وغیرہ سب کام ویسے ہی کریں گے جیسا بڑا محرم کرتا ہے۔ ان کا ولی ان کے کاموں کا نگراں اور ان کے مصالح کو پوری کرنے والا

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۴/ ۴۴۴۔

ہو گا۔ خواہ وہ ان کا باپ ہو یا ماں یا کوئی اور۔ اور جو کام کرنے سے یہ بچے عاجز رہیں، ان کو ان کا ولی کرے گا۔ مثلا کنکری مارنا وغیرہ۔ البتہ اس کے سوا سب کام ان کو خود کرنا ہو گا۔ جیسے عرفات کا وقوف، منی و مزدلفہ میں رات گزارنا، طواف و سعی کرنا۔ لیکن اگر وہ طواف و سعی نہ کرسکتے ہوں تو انہیں اٹھا کر طواف و سعی کرایا جائے گا، اس صورت میں اٹھانے والے شخص کے لیے افضل یہ ہے کہ اپنا طواف و سعی اس کے ساتھ مل کر نہ کرے، بلکہ وہ ان بچوں ہی کے لیے طواف و سعی کی نیت کرے اور اپنے لیے الگ دوبارہ طواف و سعی کرے، یہ محض اللہ کی عبادت و بندگی میں احتیاط اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اس حدیث پر عمل کی خاطر ہے کہ:

"جس چیز میں تمھیں شک ہو، اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر لو جس میں تمھیں کوئی شک نہ ہو۔"[1]

لیکن اگر اٹھانے والا اپنی اور جس کو اٹھائے ہوئے ہے اس کی بھی نیت طواف وسعی کے لیے ساتھ ہی کر لے، تو بھی اصح قول کے مطابق کافی ہو گا۔ اس لیے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس عورت کو الگ سے طواف کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، جس نے اپنے بچے کے حج سے متعلق آپ سے پوچھا تھا۔ اگر یہ واجب ہوتا، تو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضرور بیان کر

---

[1] سنن ترمذی: ۲۵۱۸۔

دیتے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باشعور بچے اور بچی کو طواف شروع کرنے سے پہلے حدث و نجاست سے طہارت کی تاکید کی جائے گی، جیسا بڑے محرم کے لیے ضروری ہے۔ اور چھوٹے بچے اور بچی کی طرف سے ان کے ولی پر احرام باندھنا ضروری نہیں، بلکہ صرف نفل ہے، اگر کرے تو باعث اجر و ثواب ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل

احرام کی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

احرام کی نیت کے بعد محرم خواہ مرد ہو یا عورت، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بال یا ناخن کاٹے یا خوشبو استعمال کرے۔

خاص طور پر مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنے جو اس کے پورے جسمانی ہیئت کے مطابق سلا گیا ہو جیسے قمیص*، یا جو اس کے جسم کے بعض حصوں کے مطابق سلا گیا ہو جیسے بنیائن، پاجامہ، موزے، جراب وغیرہ۔ ہاں! اگر تہبند نہ پائے تو پائجامہ پہن سکتا ہے۔ اسی طرح جس کو جوتے میسر نہ ہوں تو کاٹے بغیر چمڑے کے موزے پہن سکتا ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جوتے نہ پائے وہ چمڑے کے موزے پہن لے اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے۔"(۱)

---

* یہاں قمیص سے مراد برصغیر ہند میں مروج اور معروف قمیص نہیں ہے جو جسم کے صرف اوپری حصہ کے لئے خاص ہوتا ہے، بلکہ یہاں قمیص سے مراد عربی زبان میں اس نام سے معروف وہ لباس ہے جو پورے جسم کو اوپر تا نیچے ڈھانپے رہتا ہے جیسے عربی جبہ وغیرہ۔

(۱) صحیح بخاری:۱۸۴۱، صحیح مسلم ۱۱۷۹۔

رہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث، جس میں بوقت حاجت چمڑے کے موزوں کو کاٹ کر پہننے کا حکم دیا گیا ہے، تو وہ منسوخ ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ سے جب مدینہ طیبہ میں پوچھا گیا کہ محرم کون سا کپڑا پہنے، تو اس وقت آپ ﷺ نے ایسا فرمایا تھا، لیکن جب عرفات میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا تو جوتا نہ ہونے کے وقت چمڑے کے موزوں کو پہننے کی اجازت دی اور ان کو کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ اس خطبہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کا مدینہ والا جواب نہیں سنا تھا اور بیان کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ علم اصول حدیث اور اصول فقہ سے ثابت ہے۔ لہذا موزوں کے کاٹنے کا حکم منسوخ ہونا ثابت ہوا۔ اگر یہ ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور بیان فرماتے۔ واللہ اعلم۔

محرم کے لیے ان موزوں کا پہننا جائز ہے، جو ٹخنوں کے نیچے ہوں۔ اس لیے کہ وہ بھی جوتے ہی کی جنس سے ہیں۔

نیز محرم کے لیے ازار میں گرہ دینا اور اس کو دھاگے وغیرہ سے باندھنا بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔

اسی طرح محرم غسل کر سکتا ہے، اپنا سر دھو سکتا ہے اور آہستہ و نرمی سے سر بھی کھجلا سکتا ہے، اگر کھجلانے سے ایک آدھ بال گر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

محرم عورت کے لیے چہرہ پر سلا ہوا کپڑا پہننا جیسے برقع ونقاب* اور ہاتھوں پر دستانے وغیرہ کا استعمال حرام ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "عورت نہ نقاب* لگائے نہ دستانے پہنے"۔[1] قفاز (دستانے): اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اون یا سوت وغیرہ سے ہاتھ کے برابر بُن کر یا سِل کر بنایا جاتا ہے۔

البتہ عورت کے لیے اس کے علاوہ دوسرے سلے ہوئے کپڑے جیسے قمیص، پائجامہ، موزہ اور جراب وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

اسی طرح عورت کے لیے بوقت ضرورت چہرے پر بغیر پٹی کے اوڑھنی کا ڈالنا بھی جائز ہے، اگر اوڑھنی اس کے چہرے پر لگتی رہے تو کچھ حرج نہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے: "قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہی رہتی تھیں۔ جب لوگ ہمارے سامنے آتے تو عورتیں اپنے چہروں پر اوڑھنیاں لٹکا لیتیں اور جب وہ چلے

---

* یہاں برقع اور نقاب سے مراد اردو داں طبقہ میں معروف برقع اور نقاب نہیں ہے، بلکہ یہاں برقع سے مراد سر ڈھانپنے کا ایسا لباس ہے جو سر کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپ لے اور اس میں آنکھوں کی جگہ سوراخ ہو، ایسے ہی نقاب سے مراد صرف چہرے کو چھپا لینے والا ایسا کپڑا ہے جس میں آنکھوں کی جگہ سوراخ ہو۔

[1] صحیح بخاری: ۱۸۳۸۔ راوی حدیث: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

جاتے تو ہٹا دیتیں"۔[1] اس حدیث کو ابو داود اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسی کے مثل دار قطنی نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح عورت کے لیے کپڑے وغیرہ سے اپنے ہاتھوں کو ڈھانکنا بھی جائز ہے اور جب اجنبی مرد موجود ہوں تو چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانکنا واجب ہے، کیوں کہ اللہ کے اس ارشاد کے مطابق یہ سب اعضاء پردہ کے حکم میں ہیں:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ﴾

"عورتیں اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے لیے ظاہر نہ کریں"۔[النور:۳۱]

اور بلاشبہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں زینت کے عظیم مقامات میں سے ہیں۔

چہرے کو ہتھیلی سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾

"اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے"۔[الأحزاب:۵۳]

---

[1] سنن ابو داود:۱۸۳۳۔

اکثر عورتیں اوڑھنی کے نیچے جو پٹی لگاتی ہیں تاکہ اوڑھنی چہرے سے اٹھی رہے، تو ہمارے علم کی حد تک شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر یہ مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے اس کو ضرور بیان کرتے اور آپ کے لئے اس کے تعلق سے خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہوتا۔

محرم عورتوں اور مردوں کے لیے میل یا کسی اور وجہ سے احرام کے کپڑوں کو دھونا جائز ہے اور اس کی جگہ دوسرے کپڑوں کا بدلنا بھی جائز ہے۔

محرم کے لیے کسی ایسے کپڑے کا پہننا جائز نہیں جس کو زعفران یا ورس (کمیلہ) لگا ہو، اس لیے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔

محرم پر واجب ہے کہ بیہودہ گوئی، فسق وفجور اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِى ٱلْحَجِّ ﴾

"حج کے مقررہ مہینے ہیں۔ پس جو شخص ان میں حج ادا کرے تو نہ بے حیائی کی بات بولے، نہ فسق اور نہ حج میں جھگڑا کرے"۔ [البقرة:١٩٧]

اور نبی ﷺ سے یہ ارشاد ثابت ہے: "جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی وفسق نہ کرے تو اس دن کی طرح (پاک وصاف) ہو کر لوٹے گا، جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا"۔(۱) یہاں کتاب وسنت میں وارد عربی لفظ "رفث" کہتے ہیں: جماع اور بیہودہ بات اور کام کو۔ "فسوق" عام گناہوں کو کہتے ہیں۔ "جدال" کا مطلب ہے: باطل یا بے فائدہ باتوں میں بحث ومباحثہ کرنا۔ لیکن وہ مباحثہ ونقاش جو حق کے اظہار اور باطل کے رد کے لیے اچھے طریقہ سے کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ ﴾

"اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور لوگوں سے اچھے طریقہ پر بحث کرو"۔[النحل:۱۲۵]

محرم مرد کے لیے سر سے سٹی ہوئی کسی چیز سے سر کا ڈھانکنا حرام ہے، جیسے ٹوپی، غترہ، یا عمامہ وغیرہ، اسی طرح چہرہ ڈھانکنا بھی حرام ہے، کیوں کہ عرفہ کے دن جو صحابی اپنی سواری سے گر کر وفات پا گئے تھے ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے

---

(۱) صحیح بخاری:۱۵۲۱، راوی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، صحیح مسلم:۱۳۵۰۔

فرمایا تھا: "اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور احرام والے دونوں کپڑوں میں اس کو کفنا دو اور اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانکو، کیوں کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا"۔[۱] متفق علیہ، اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

خیمہ یا درخت کی طرح کار کی چھت یا چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے وقت نبی کریم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مقام نمرہ میں آپ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا، جس کے نیچے عرفہ کے دن آپ ﷺ آفتاب ڈھلنے تک بیٹھے رہے۔

محرم مرد وعورت پر خشکی کے شکار مارنا، اس میں مدد دینا، شکار کو اپنی جگہ سے بھڑکانا، نکاح کرنا اور جماع کرنا اور عورتوں کو شادی کا پیغام دینا اور شہوت کے ساتھ ان سے مباشرت کرنا سب حرام ہے، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"محرم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ شادی کا پیغام دے"۔[۲]

---

[۱] صحیح بخاری: ۱۵۲۱، راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، صحیح مسلم: ۱۳۵۰۔

[۲] صحیح مسلم: ۱۴۰۹ ا راوی حدیث: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

اگر محرم غلطی یا جہالت سے سلے ہوئے کپڑے پہن لے یا سر ڈھانک لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں، اور جب بھی یاد آجائے یا جان جائے تو اس کو دور کردے، اسی طرح جو شخص بھول کر یا جہالت سے بال مونڈلے یا اپنے بال میں سے کچھ کتر لے یا اپنے ناخن کاٹ لے تو صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ نہیں۔

مسلمان خواہ محرم ہو یا غیر محرم، مرد ہو یا عورت، اس کو حرم میں شکار کرنا اور اس کے قتل پر آلہ یا اشارہ وغیرہ سے مدد پہنچانا حرام ہے۔

اسی طرح شکار کو اس کی جگہ سے بھڑکا کر لے جانا حرام ہے۔ حرم کے درخت اور اس کے سبزہ زاروں کو کاٹنا بھی حرام ہے۔ نیز اس کی پڑی ہوئی چیزوں کو اٹھانا حرام ہے، سوائے اس کے جو اس چیز کی تشہیر کرنے والا ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"یہ شہر یعنی مکہ اللہ کے حرام کرنے کی بنا پر قیامت تک حرام ہے۔ نہ اس کا درخت کاٹا جائے، نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے، نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور اس کی گری پڑی چیز کا اعلان کرنے والے کے علاوہ کسی اور کے لئے اٹھانا جائز نہیں ہے"۔[1]

حدیث میں وارد عربی لفظ "منشد" کہتے ہیں: گم شدہ چیز کے اعلان کرنے والے کو، اور "خلا" کہتے ہیں تازہ گھاس کو۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ منی اور مزدلفہ حرم میں ہیں اور عرفہ حل میں (حدود حرم سے باہر) ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۸۳۴، صحیح مسلم: ۱۳۵۳، راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

فصل

مکہ میں آنے کے بعد حاجی کیا کرے؟ اور مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد طواف کیسے کرے؟

حاجی جب مکہ پہنچ جائے، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے۔ اس لیے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسا ہی کیا تھا۔ جب مسجد حرام پہنچے، تو مسنون ہے کہ اپنا داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا پڑھے «بِسْمِ اللهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» "اللہ کے نام سے مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ میں عظمت والے اللہ، اس کے کرم والے چہرے اور اس کی قدیم قوت وشوکت کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔ یہی دعا سب مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھے، مسجد حرام میں داخلہ کے لیے جہاں تک میں جانتا ہوں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی خاص دعا ثابت نہیں ہے۔

حاجی جب کعبہ کے پاس پہنچے، تو اگر وہ تمتع یا عمرہ کرنے والا ہے، تو طواف شروع

کرنے سے پہلے لبیک کہنا بند کردے۔ پہلے حجر اسود کے سامنے آئے، اس کو داہنے ہاتھ سے چھوئے اور اگر ممکن ہو تو بوسہ دے۔ لیکن کسی کو دھکا دے کر تکلیف نہ پہنچائے۔ چھوتے وقت: «بسم الله الله أكبر» "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے" یا صرف «الله أكبر» "اللہ سب سے بڑا ہے" کہے۔ اگر بوسہ مشکل ہو تو ہاتھ یا چھڑی یا اسی طرح کی کسی اور چیز سے سے حجر اسود کو چھوئے، پھر جس سے چھوا ہے اسے بوسہ دے۔ اگر ایسا کرنا بھی مشکل ہو، تو «الله أكبر» کہہ کر حجر اسود کی طرف اشارہ ہی کر لے۔ لیکن جس چیز سے اشارہ کرے، اس کو بوسہ نہ دے۔ طواف صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ طواف کرنے والا چھوٹی ناپاکی اور بڑی ناپاکی سے پاک ہو، کیوں کہ طواف بھی نماز کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ طواف میں بات کرنے کی اجازت ہے۔ طواف کی حالت میں بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب کرے۔ اگر طواف کے شروع میں یہ دعا پڑھ لے «اللَّهُمَّ إيمانًا بِكَ وَتَصْدِيقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» "اے اللہ! تجھ پر ایمان لا کر اور تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کی وفا کر کے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے (طواف کرتا ہوں)"، تو یہ بہتر ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ طواف کے سات چکر

لگائے۔ پہلے تین چکر میں رمل کرے۔ یہ اس طواف میں کرے گا، جو مکہ آتے ہی سب سے پہلے کرتا ہے۔ خواہ یہ طواف عمرہ کا ہو یا حج تمتع کا یا قران کا یا افراد کا۔ بقیہ چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے۔ ہر چکر حجر اسود سے شروع کر کے اسی پر ختم کرے۔

"رمل" کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ تیز چلنا، اس پورے طواف میں اضطباع کرنا مستحب ہے، اس کے علاوہ دوسرے طواف میں نہیں۔ اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کے درمیانی حصے کو دائیں کندھے کے نیچے سے گزارے اور دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال دے۔ اگر طواف کے چکروں کی تعداد کے بارے میں شک ہو جائے، تو یقین پر یعنی کم تعداد پر بنیاد رکھے۔ یعنی اگر شک ہو جائے کہ تین چکر کیے ہیں یا چار، تو اس کو تین ہی سمجھے۔ اسی طرح سعی میں بھی کرے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے اپنی چادر کو اوڑھ لے اور چادر کو اپنے دونوں کندھوں پر رکھ لے اور چادر کے کناروں کو سینے پر لٹکا لے۔

عورتوں کے لیے جس چیز سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے وہ ہے ان کا زینت اور مہکنے والی خوشبوؤں کو لگا کر بے پردگی کے ساتھ طواف کرنا، طواف کی

حالت میں پردہ کرنا اور زینت سے پرہیز کرنا ان پر واجب ہے، اور ان اوقات میں بھی جب مردوں کے ساتھ ان کا ملنا جلنا زیادہ ہو، اس لیے کہ عورتیں مکمل پردہ ہیں اور فتنہ بھی ہیں اور عورت کا چہرہ اس کی سب سے نمایاں زینت ہے، لہذا محرم کے سوا کسی کے سامنے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ﴾

"عورتیں اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے لیے ظاہر نہ کریں"۔

[النور:۳۱]پوری آیت۔

لہذا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت مرد اگر ان کو دیکھتے ہوں، تو ان کا چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ اگر حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کی گنجائش میسر نہ ہو، تو مردوں کے ساتھ مزاحمت و کشمکش کرنا بھی ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس وقت ان کو چاہیے کہ مردوں کے پیچھے ہو کر طواف کریں۔ یہ ان کے لیے مردوں سے مزاحمت کی صورت میں بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر اور ثواب میں بھی زیادہ ہے۔ طواف قدوم کے سوا رمل اور اضطباع کسی اور طواف میں مشروع نہیں ہے اور نہ سعی میں مشروع ہے اور نہ ہی عورتوں کے لیے رمل اور اضطباع مشروع ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے رمل و اضطباع صرف اپنے اس پہلے طواف میں کیا، جب آپ مکہ

تشریف لائے تھے۔ محرم کو طواف کی حالت میں ہر طرح کے حدث اور خباثت سے پاک رہنا چاہیے اور اپنے رب کے لیے جھکا ہوا اور اس کے لیے متواضع رہنا چاہیے۔

اور کثرت سے اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہنا چاہیے، اگر طواف میں کچھ قرآن بھی پڑھتا رہے تو اور بہتر ہے۔ اس طواف وسعی میں اور اس کے علاوہ کسی بھی طواف وسعی میں کسی مخصوص ذکر و دعا کا پڑھنا واجب نہیں۔

جن لوگوں نے طواف وسعی کے ہر چکر کے لیے ایک ایک مخصوص دعا ایجاد کر لی ہے، ان کے اس عمل کی کوئی اصل نہیں، بلکہ جو بھی ذکر و دعا میسر ہو اس کا پڑھنا کافی ہے۔ جب رکن یمانی کے مقابل آئے، تو "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے" کہہ کر اپنے داہنے ہاتھ سے اس کو چھولے، لیکن اس کو بوسہ نہ دے۔ اگر رکن یمانی کا چھونا مشکل ہو، تو اس کو چھوڑ کر طواف کرتا رہے اور رکن یمانی کی طرف نہ اشارہ کرے اور نہ اس کے سامنے آکر تکبیر کہے۔ اس لیے کہ ہمارے علم کی حد تک یہ بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

﴿رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْأَخِرَةِ حَسَنَةً﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی

عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا"۔[البقرة:۲۰۱]

اور جب جب حجر اسود کے سامنے آئے تو اس کو چھوئے اور بوسہ دے اور اللہ اکبر کہے، اگر چھونا اور بوسہ دینا آسان نہ ہو تو جب بھی سامنے آئے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے۔

زمزم اور مقام ابراہیم کے پیچھے سے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھیڑ کے وقت تو خاص طور پر پوری مسجد حرام طواف کی جگہ ہے، اگر مسجد کے چاروں طرف بنی عمارت میں سے بھی طواف کیا جائے تو بھی کافی ہے، لیکن کعبہ کے قریب طواف افضل ہے، بشرطیکہ آسان ہو۔

طواف سے فارغ ہو کر اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔ اگر بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو مسجد کے کسی بھی حصہ میں پڑھ لے۔

پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد یہ سورہ پڑھے:

﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ۝١ ﴾

"کہہ دیجیے: اے کافرو"۔[الکافرون:۱]

اور دوسری رکعت میں یہ سورہ پڑھے:

﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ﴾

"اے نبی! کہہ دیجیے: اللہ ایک ہے"۔[الإخلاص:۱]

افضل یہی ہے۔ لیکن اگر دوسری سورتیں پڑھ لے، تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔
طواف کے بعد حجر اسود کا رخ کرے اور اگر ممکن ہو تو نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے اس کو داہنے ہاتھ سے چھو لے۔

باب صفا سے نکل کر صفا پہاڑی کی طرف جائے اور اس پر چڑھ جائے یا اس کے پاس کھڑا ہو جائے، اگر میسر ہو تو صفا پر چڑھنا افضل ہے، پہلا چکر شروع کرتے وقت یہ آیت کریمہ پڑھے:

﴿ إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ ﴾

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"۔[البقرۃ:۱۵۸]

صفا پر قبلہ رو ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کرنا، بڑائی بیان کرنا اور یہ الفاظ کہنا مستحب ہے:
"اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا اس نے تمام جماعتوں کو شکست دی۔" اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر جس قدر بھی دعا کر سکتا

ہو کرے۔ یہ ذکر اور دعائیں تین تین مرتبہ پڑھے۔ پھر اتر کر مروہ کی طرف چلے۔ جب پہلے سبز نشان پر پہنچے، تو مرد حضرات دوسرے نشان تک تیز تیز چلیں۔ لیکن عورت ان دونوں نشانوں کے درمیان تیز نہ چلے۔ کیوں کہ انہیں پورے جسم کا پردہ کرنا ہے۔ اس کے لیے پوری سعی میں صرف چلنا مشروع ہے۔ پھر چل کر مروہ پر چڑھے یا مروہ کے پاس کھڑا ہو جائے۔ اگر ممکن ہو تو چڑھنا افضل ہے۔ مروہ پر بھی وہی دعا کرے، جو صفا پر کی تھی۔ البتہ یہ آیت کریمہ نہ پڑھے:

﴿ إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ ﴾

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"۔[البقرۃ:۱۵۸]

اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں اس کا صرف پہلے چکر میں صفا پر چڑھتے وقت پڑھنا مشروع ہے۔ پھر اتر کر چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے یہاں تک کہ صفا تک پہنچ جائے، ایسا سات مرتبہ کرے، جانا ایک بار ہے اور لوٹنا ایک بار ہے، نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو۔"[1] سعی میں جہاں تک ممکن ہو ذکر و دعا کثرت سے کرنا چاہیے اور حدث و نجاست سے پاک رہنا چاہیے، اگر بغیر وضو بھی سعی کرے تو کافی ہے، اسی

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

طرح اگر طواف کے بعد عورت کو حیض یا نفاس آ جائے اور وہ سعی کرے تو اس کی سعی ہو جائے گی، اس لیے کہ سعی میں طہارت شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

جب سعی پوری کر لے، تو اپنے بال منڈوا لے یا چھوٹے کروا لے۔ مرد کے لیے بال منڈوانا افضل ہے۔ لیکن اگر عمرہ میں قصر کر لے اور حلق حج کے لیے چھوڑ دے، تو بہتر ہے۔ اگر اس کا مکہ آنا حج کے وقت سے قریب ہو، تو اس کے حق میں بال چھوٹے کرانا افضل ہے، تا کہ حج میں بقیہ بال منڈوالے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب جب ۴ ذی الحجہ کو مکہ آئے، تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے، حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں اور بال چھوٹے کرا لیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بال منڈوانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ بال چھوٹے کرانے کی صورت میں پورے سر کے بال چھوٹے کرانا ضروری ہے، سر کے بعض حصے کے بال چھوٹے کرانا کافی نہیں ہے۔ اسی طرح سر کے بعض حصے کا منڈوانا بھی کافی نہیں ہے۔ عورت کے لیے صرف بال چھوٹے کرانا ہی مشروع ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنی چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر یا اس سے کم کاٹ لے۔ پور انگلی کے سرے کو کہتے ہیں۔ عورت اس سے زیادہ بال نہ کاٹے۔

محرم اپنے کام کرلے، تو الحمد للہ اس کا عمرہ پورا ہو گیا اور اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہو گئی، جو احرام کی وجہ سے حرام تھی۔ البتہ جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ حدود حرام کے باہر سے لایا ہو، وہ اپنے احرام میں باقی رہے گا اور حج و عمرہ دونوں کرکے حلال ہو گا۔

جس شخص نے صرف حج یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ اپنا احرام عمرہ میں بدل لے، اور جس طرح حج تمتع والا کرتا ہے ایسا ہی وہ بھی کرے، ہاں! اگر جانور ساتھ لایا ہے تب نہیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: "اگر میں جانور نہ لایا ہوتا، تو تمہارے ساتھ حلال ہو جاتا۔"[1]

اگر عورت عمرہ کے احرام کے بعد حیض یا نفاس سے دوچار ہو جائے، تو پاک ہونے تک نہ بیت اللہ کا طواف کرے نہ صفا و مروہ کی سعی کرے۔ جب پاک ہو جائے، تو طواف و سعی کرے اور بال بھی چھوٹے کروائے۔ اس سے اس کا عمرہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ ترویہ کے دن (آٹھویں ذی الحجہ) سے پہلے پاک نہ ہو سکے، تو جہاں ٹھہری ہوئی ہے، وہیں سے حج کا احرام باندھ لے اور سب لوگوں کے ساتھ منی

---

[1] صحیح بخاری: ۱۵۶۸، راوی حدیث جابر رضی اللہ عنہ۔

چلی جائے۔ اس طرح وہ قارنہ ہو جائے گی اور عرفات اور مشعر حرام کے وقوف، کنکری مارنے، مزدلفہ ومنی میں رات گزارنے، قربانی کا جانور ذبح کرنے اور بال چھوٹ کرنے میں ویسا ہی کرے، جیسا سب حاجی کرتے ہیں۔ جب پاک ہو جائے، تو بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا ومروہ کی ایک سعی کرلے۔ یہ اس کے حج اور عمرہ دونوں ہی کے لیے کافی ہو گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق کہ ان کو عمرہ کے احرام کے بعد حیض آیا، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "حاجی جو کچھ کرتے ہیں تم بھی کرو۔ صرف اس بات کا دھیان رہے کہ پاک ہو جانے تک بیت اللہ کا طواف نہیں کرنا ہے"۔[1]

جب حائضہ اور نفاس والی عورت قربانی کے دن کنکری مارلے اور اپنے بال چھوٹے کرالے تو اس کے لیے وہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی جو احرام کی وجہ سے حرام تھیں، جیسے خوشبو وغیرہ، سوائے شوہر کے یہاں تک کہ اپنا حج پورا کرلے، جب دوسری پاک عورتوں کی طرح وہ بھی اپنا حج پورا کرلے اور پاک ہونے کے بعد طواف وسعی کرلے تو اس کے لیے اس کا شوہر بھی حلال ہو جائے گا۔

---

(۱) صحیح بخاری:۳۰۵، صحیح مسلم:۱۲۱۱۔

فصل

آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منی جانے کا بیان

جب ترویہ کا دین یعنی آٹھویں ذی الحجہ آئے، تو جو لوگ عمرہ سے حلال ہو کر مکہ میں مقیم ہوں اور اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ اپنے گھروں سے حج کا احرام باندھیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب مقام ابطح میں مقیم تھے اور آپ کے حکم سے انھوں نے ترویہ کے دین اپنی قیام گاہ ہی سے حج کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بیت اللہ جائیں اور اس کے پاس سے یا میزاب کے پاس سے احرام باندھیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ان کو منی جانے کے وقت طواف وداع کا بھی حکم نہیں دیا تھا۔ اگر یہ مشروع ہوتا، تو آپ ﷺ صحابہ کو ضرور بتلاتے۔ بھلائی تو سب کی سب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتباع میں ہے۔

حج کے احرام کے وقت غسل کرنا اور خوشبو استعمال کرنا اور صاف وستھرا ہونا مستحب ہے، جیسے میقات کے پاس احرام باندھنے وقت کیا جاتا ہے۔ ترویہ کے دن حج کا احرام باندھنے کے بعد زوال سے پہلے یا بعد منی جانا مسنون ہے اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرنے تک کثرت سے لبیک پکارنا چاہیے۔ حجاج ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر منی ہی

میں پڑھیں گے۔ سنت یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر بغیر جمع کئے ہوئے قصر پڑھی جائے۔ لیکن، مغرب اور فجر میں قصر نہیں کیا جائے گا۔

اس میں اہل مکہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ اور دوسروں کو منی اور عرفہ اور مزدلفہ میں قصر ہی نماز پڑھائی تھی اور مکہ والوں کو نماز پوری پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ واجب ہوتا تو آپ ﷺ ان سے بیان کر دیتے۔

عرفہ کے دن آفتاب نکلنے کے بعد حاجی منی سے عرفہ کی طرف جائیں گے، اور مسنون یہ ہے کہ لوگ زوال تک مقام نمرہ میں ٹھہرے رہیں، بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اقتدا ہو جائے،

آفتاب ڈھلنے کے بعد امام یا اس کا نائب لوگوں کو ایسا مناسب حال خطبہ دے، جس میں اس دن اور اس دن کے بعد والے دن کے لیے ان باتوں کا ذکر ہو، جو حاجی کے لیے مشروع ہیں۔ خطیب لوگوں کو تقوی، توحید الہی اور اخلاص فی العمل کی تاکید کرے، انہیں حرام باتوں سے ڈرائے، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوط پکڑنے کی وصیت کرے اور کتاب اللہ و سنت رسول کو اپنے تمام کاموں میں فیصلہ کن بنانے کی ترغیب دے، تاکہ ان تمام باتوں میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا ہو۔ خطبہ کے

بعد ظہر و عصر اول وقت میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے فعل کے مطابق قصر کے ساتھ اور جمع کر کے پڑھیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد لوگ مقام عرفہ میں وقوف کریں۔ وادی عرنہ کے نشیب کے علاوہ پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ اگر میسر ہو تو قبلہ اور جبل رحمت کو سامنے کرنا مستحب ہے۔ اگر دونوں کو سامنے کرنا میسر نہ ہو، تو قبلہ کو سامنے کر لے، گرچہ جبل رحمت سامنے نہ ہو۔ یہاں وقوف کرتے ہوئے حاجی کے لئے مستحب ہے کہ اللہ تعالی کا ذکر کرے، اس سے دعا کرے اور اس کے سامنے خوب گریہ و زاری کرے۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔ اگر لبیک پکارتا رہے اور قرآن بھی پڑھتا رہے، تو اور بھی بہتر ہے۔ اس دوران اس دعا کو بکثرت پڑھنا مسنون ہے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» "اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہت اسی کی ہے اور اسی کی تمام تعریف ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: "سب سے اچھی دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے اچھی دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کی ہے، وہ یہ ہے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔[1] اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے، آپ نے فرمایا: چار کلمے اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں: «سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ» "میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں، ساری تعریف اللہ کی ہے، اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے"۔[2]

اس دعا کو خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ کثرت سے بار بار پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح شریعت میں جو دوسرے اذکار اور دعائیں دوسرے اوقات کے لیے آئی ہیں، ان کو بھی کثرت سے پڑھے۔ خصوصیت سے اس جگہ اور اس عظیم دن میں اور بھی پڑھنا چاہیے۔ جامع اذکار اور دعاؤں کو خصوصیت سے منتخب کرنا چاہیے۔

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۸۵۔

(۲) صحیح مسلم: ۲۱۳۷، راوی حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ۔

مثلا: ☆ «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ» "میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی تعریف کے ساتھ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں، جو بہت بڑا ہے"۔

☆ ﴿ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾

"تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے، یقینًا میں ظالموں میں سے ہوں"۔[الأنبياء:٨٧]

☆ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ». "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ ہم سب اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ ساری نعمتیں اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اسی کا فضل واحسان ہے۔ اسی کی اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ ہم اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں، خواہ کافروں کو پسند نہ ہو"۔

☆ «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ». "گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ ہی کی مدد سے حاصل ہوتی ہے"۔[1]

☆ ﴿رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْأٓخِرَةِ حَسَنَةً﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا"۔[البقرۃ:۲۰۱]

☆ «اللّهُمَّ أَصلِحْ لِي دِينِي الذي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنيايَ الَّتِي فيها مَعاشِي، وأصلِحْ لي آخِرَتِي الَّتِي إِلَيهَا مَعادِي، وَاجْعَلِ الحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَالْمَوْتَ راحَةً لِي مِن كلِّ شَرٍّ». "اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو سدھار دے جس کے ذریعہ میرے تمام معاملات صحیح ڈھب پر رہتے ہیں، اور میرے لیے میری دنیا سدھار دے جس میں میری روزی ہے، اور میرے لیے میری آخرت سدھار دے جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں زیادتی کا باعث بنادے، اور موت کو میرے لیے ہر برائی سے راحت کا سبب بنادے"۔[2]

---

(۱) صحیح مسلم:۵۹۴، راوی حدیث عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔

(۲) صحیح مسلم:۲۷۲۰، راوی: ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

☆ «أَعُوذُ بِاللهِ مِن جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ». "میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی، آزمائش کی سختی سے، نحوست کے پانے سے، برے فیصلہ سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے"۔[۱]

☆ «اللّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالْحَزنِ، وَمِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَمِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَمِن المَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ». "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی و سستی سے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور بخل سے، گناہ اور قرض سے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے"۔[۲]

☆ «أَعُوذُ بِكَ اللّهُمَّ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِن سَيِّئِ الْأَسْقَامِ». "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفید داغ، جنون، کوڑھ اور بری بیماریوں سے"۔[۳]

---

[۱] صحیح بخاری: ۷/۶۳۴، راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

[۲] ان الفاظ کے ساتھ اسے ابو داود (حدیث نمبر ۱۵۵۴) نے ابو امامہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن اس میں "گناہ اور قرض سے" کے الفاظ نہیں ہیں۔

[۳] سنن ابو داود: ۱۵۵۴، راوی حدیث انس رضی اللہ عنہ۔

☆ «اللّهُمَّ إنّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللّهُمَّ إنّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي. اللّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِن رَوْعَاتِي وَاحْفَظْنِي مِن بَيْنِ يَدَيَّ وَمِن خَلْفِي وَعَن يَمِينِي وَعَن شِمالِي وَمِن فَوْقِي وَأَعُوذُ بِعَظْمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِن تَحْتِي، اللّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنتَ أعْلَمُ بِهِ مِنِّي». "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کا اور دنیا وآخرت میں عافیت کا۔ اے اللہ! میں تجھ سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین ودنیا اور اہل ومال کے بارے میں۔ اے اللہ! میرے عیوب کو چھپا دے، مجھے خوف سے محفوظ رکھ۔، اے اللہ! میری حفاظت کر میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے، اور میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نیچے سے اچک لیا جاؤں۔ اے اللہ! تو میری نادانی اور جہالت کو معاف فرمادے، میرے معاملات کی زیادتیوں کو درگزر کر اور ان تمام گناہوں کو بھی جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے"۔[1]

☆ «اللّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطْئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِندِي». "اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیا اور جو مذاق میں ہو گیا، جو بھول کر کر گزرا اور جو جان بوجھ کر کیا، اُن سب کو معاف فرما۔ اور یہ سب کچھ مجھ سے سرزد ہوا ہے"۔

---

[1] سنن ابو داود: ۵۰۷۴، راوی: حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

☆ «اللّهُمّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ». اے اللہ! معاف کر دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو کچھ خفیہ کیا اور جو کچھ اعلانیہ کیا اور جس کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔"[1]

☆ «اللّهُمَّ إنّي أَسأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الأمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلى الرُّشْدِ. وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ. وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا. وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ. وَأَعُوذُ بِكَ مِن شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ». "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معاملہ میں ثابت قدمی کا اور ہدایت پر عزیمت کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمت پر شکر کا اور تیری عبادت اچھی طرح کرنے کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں قلب سلیم کا اور سچی زبان کا، اور سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تو جانتا ہے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جس کو تو جانتا ہے، اور مغفرت چاہتا ہوں تجھ سے اس برائی کی جس کو تو جانتا ہے، بے شک تو ہی غیب جاننے والا ہے"۔[2]

---

[1] صحیح مسلم: ۲۷۱۹، راوی: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ یہ حدیث کا ایک حصہ ہے۔

[2] سنن ترمذی: ۳۴۰۷، راوی حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔

☆ «اللَّهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ عليه الصّلاةُ والسَّلامُ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي، وَأَجِرْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا أَبْقَيْتَنِي». "اے اللہ! نبی محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصہ کو دور کر دے اور گمراہ کن فتنوں سے مجھے بچا جب تک تو مجھ کو زندہ رکھے"۔[۱]

☆ «اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي عَنِ الْفَقْرِ»."اے اللہ! آسمانوں کے رب، زمین کے رب اور عظیم عرش کے رب! ہمارے رب اور ہر چیز کے رب! دانا اور گٹھلی کو پھاڑ کر پودا نکالنے والے! تورات، انجیل اور فرقان (قرآن) کو اتارنے والے! میں ہر اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جس کی پیشانی کو تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو پہلا ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ تو آخری ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ تو اوپر ہے، تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو باطن ہے، تجھ

---

[۱] مسند احمد ۶/ ۳۰۱۔ راوی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

سے مخفی کوئی چیز نہیں۔ ہمارے قرض کو اتار دے اور ہمیں فقر سے بچالے"۔[1]

☆ «اللَّهُمَّ أعْطِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، زَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا». "اے اللہ! میرے نفس کو اس کی پرہیز گاری عطا کر اور اس کو پاک کر دے۔ تو ہی سب سے اچھا پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا ولی اور مولی ہے۔

☆ «اللَّهُمَّ إنِّي أَعوذُ بِك مِن العَجزِ والكَسَلِ وأَعُوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ والهَرم وَالْبُخْلِ وأَعُوذُ بِك مِن عَذاب القَبر». "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی اور سستی سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی، انتہائی بڑھاپے اور بخیلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے"۔[2]

☆ «اللهُمَّ لَك أَسْلَمْتُ وبِكَ آمنْتُ وعَليكَ تَوكَّلْتُ وإِليكَ أَنَبْتُ وبِك خَاصَمْتُ أَعُوذُ بِعِزَّتِك أن تُضِلَّنِي لَا إِلهَ إلَّا أنتَ. أَنتَ الْحَيُّ الَّذي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالإنسُ يَمُوتُونَ». "اے اللہ! میں تیرا فرماں بردار ہوا، تیری ذات پر ایمان لایا، تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوا اور تیرے سہارے لڑا۔ میں پناہ چاہتا ہوں تیری عزت کی کہ تو مجھے گمراہ کرے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۷۱۳، راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۲) صحیح مسلم: ۲۷۲۲، راوی حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

نہیں۔ تو ایسی زندہ ہے جس کو موت آنے والی نہیں، جب کہ جن و انس مر جائیں گے"۔[1]

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِن قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِن دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا». "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اس دل سے جو تیرے لئے عاجزی و فروتنی اختیار نہ کرے، اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے"۔[2]

☆ «اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي مُنكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ». "اے اللہ! مجھ کو برے اخلاق، برے اعمال، بری خواہشات اور بری بیماریوں سے بچا"۔[3]

☆ «اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي وَأَعِذْنِي مِن شَرِّ نَفْسِي». "اے اللہ! مجھے راہ ہدایت سجھا دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا"۔[4]

---

[1] صحیح مسلم: ۲۷۱۷، راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

[2] یہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس کی تخریج حدیث نمبر ۲۷۲۲ کے تحت کی جا چکی ہے، کا ایک ٹکڑا ہے۔

[3] سنن ترمذی: ۳۵۹۱، اس حدیث کو زیاد بن علاقہ نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے۔

[4] سنن ترمذی: ۳۴۸۳، راوی حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

☆ «اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّن سِوَاكَ». "اے اللہ! تو مجھے اپنے حلال کردہ چیزوں کے ساتھ اپنی حرام کردہ چیزوں سے کافی ہو جا اور مجھے اپنے فضل سے، اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔"[1]

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى». "اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی، اور لوگوں سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں"۔[2]

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ». "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور درستگی کا"۔[3]

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمُ وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ. وَأَعُوذُ بِكَ مِن شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». "اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ساری بھلائی مانگتا ہوں، جو

---

(۲) سنن ترمذی: ۳۵۶۳ راوی حدیث علی رضی اللہ عنہ۔

(۳) صحیح مسلم: ۲۷۲۱، راوی حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(۴) صحیح مسلم: ۲۷۲۵: راوی حدیث علی رضی اللہ عنہ۔

مجھ کو معلوم ہے اور جو نہیں معلوم، اور دنیا اور آخرت کی تمام برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو معلوم نہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بھلائی کا طلب گار ہوں، جو تیرے بندے اور تیرے نبی محمد ﷺ نے طلب کی ہے، اور میں اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے"۔

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا». "اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا طلب گار ہوں اور ہر اس قول و عمل کا بھی، جو جنت سے قریب کر دے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول و عمل سے، جو جہنم سے قریب کر دے، اور میں تجھ سے یہ بھی مانگتا ہوں کہ میرے حق میں لیے گئے اپنے ہر فیصلے کو بہتر کر دے"۔[۱]

☆ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ». "اللہ

---

[۱] سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۶، راوی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔

کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ سب تعریف اللہ کی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور نہیں ہے طاقت برائی سے پھرنے کی اور نیکی کرنے کی مگر اللہ بلند وبرتر اور عظمت والے کی ہی مدد سے"۔ (۱)

☆ «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ». "اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جس طرح تونے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اور برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر، جس طرح تونے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے"۔ (۲)

---

(۲) صحیح بخاری: ۱۱۵۴، راوی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔

(۱) صحیح بخاری: ۳۳۷۰، راوی حدیث کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔

☆ ﴿رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةٗ وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ حَسَنَةٗ﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیامیں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا"۔[البقرۃ:۲۰۱]

عرفات کے اس عظیم موقع پر حاجی کو چاہیے کہ مذکورہ بالا اذکار اور دعائیں اور اس مفہوم کی دوسری دعائیں اور اذکار پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے، دعا میں آہ وزاری کرے اور اللہ تعالی سے دنیا وآخرت کی بھلائیاں مانگے۔ نبی کریم ﷺ جب دعا مانگتے تو دعا کو تین تین بار دہراتے تھے، لہذا اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرنی چاہیے۔

عرفات کے اس میدان میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اس کے سامنے عاجزی وگریہ زاری کریں، اس کی بارگاہ میں جھکیں، اس کے سامنے انکساری کریں، اس کی رحمت ومغفرت کی امید رکھیں، اس کے عذاب وناراضی سے ڈریں، اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور خالص توبہ کرتے رہیں۔ اس لیے کہ یہ بہت بڑی عظمت اور بڑے اجتماع کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالی اپنے بندوں پر

سخاوت کرتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور اس دن کثرت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔

صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عرفہ سے زیادہ کسی اور دن اللہ تعالی اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا اور وہ اس دن بندوں سے قریب ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟"[1]

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کو اپنی طرف سے بھلائی دکھائیں اور اپنے دشمن شیطان کو ذلیل کریں اور کثرت سے ذکر و دعا اور تمام گناہوں سے استغفار وتوبہ کر کے شیطان کو مغموم کریں۔ آفتاب غروب ہونے تک حجاج برابر ذکر و دعا اور آہ وزاری میں مشغول رہیں۔ جب آفتاب غروب ہو جائے تو سکون اور وقار کے ساتھ مزدلفہ کی طرف لوٹیں، کثرت سے لبیک پکاریں اور جہاں راستہ کھلا ملے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں وہاں ذرا تیز چلیں۔ عرفات سے آفتاب غروب ہونے سے پہلے

---

(۱) صحیح مسلم:۱۳۴۸، راوی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔

واپس آنا جائز نہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ آفتاب غروب ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے اپنے حج کے کام سیکھ لو"۔ [1]

لوگ جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو فوراً پہلے مغرب تین رکعات اور عشا دو رکعت ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کرکے پڑھیں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ مزدلفہ میں لوگ مغرب کے وقت پہنچیں یا عشا کے وقت نماز کی ترتیب یہی ہونی چاہیے۔

جو لوگ مزدلفہ پہنچتے ہی نماز سے پہلے کنکریاں چننے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی مشروع ہے تو ایسا کرنا بالکل غلط ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مشعر الحرام سے منی واپسی پر کنکری چننے کا حکم دیا تھا۔ جس جگہ سے بھی کنکری چن لی جائے کافی ہے۔ مزدلفہ ہی سے چننے کو خاص نہ کیا جائے، بلکہ منی سے بھی چننا جائز ہے۔ آج کے دن نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں صرف جمرۃ العقبہ کو رمی کرنے کے لیے سات کنکریاں چننا سنت ہے۔ بقیہ تین دن منی ہی سے ہر روز اکیس کنکریاں چنی جائیں اور تینوں جمرات کو ماری جائیں۔

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

کنکریوں کو دھونا مستحب نہیں ہے۔ بغیر دھوئے ہی مارنا چاہیے۔ کیوں کہ کنکریوں کو دھونا نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ آپ کے اصحاب سے۔ البتہ ان کنکریوں سے رمی نہیں کرنا چاہئے، جن سے رمی کی جاچکی ہو۔

حاجی کو آج کی رات مزدلفہ ہی میں گزارنی ہوگی۔ البتہ کمزور لوگوں جیسے عورتوں اور بچوں وغیرہ کو اگر اخیر رات میں منی بھیج دیں تو عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے حجاج کے لیے ضروری ہے کہ نماز فجر پڑھنے تک مزدلفہ ہی میں مقیم رہیں، نماز فجر کے بعد قبلہ کو سامنے کرکے مشعر الحرام کے سامنے کھڑے ہوں اور کثرت سے ذکر الٰہی اور تکبیر اور دعا کریں یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو جائے۔ دعا کے دوران ہاتھ اٹھانا مستحب ہے، مشعر الحرام کے قریب کھڑے ہونا، یا اس پر چڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ جہاں کہیں کھڑے ہو جائیں کافی ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "میں نے یہاں -یعنی مشعر الحرام میں- وقوف کیا ہے اور پورا مزدلفہ وقوف کرنے کی جگہ ہے"۔[1] اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں وارد عربی لفظ "جمع" سے مراد مزدلفہ ہے۔

---

(1) صحیح مسلم: ۱۲۱۸، راوی حدیث جابر رضی اللہ عنہ۔

جب صبح خوب روشن ہو جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے منی کی طرف کوچ کر جائیں اور چلتے ہوئے کثرت سے لبیک پکاریں، جب وادی محسَّر آجائے تو ذرا جلدی سے گزریں۔

منی پہنچ کر جمرۃ العقبہ کے پاس لبیک کہنا بند کر دیں۔ وہاں پہنچتے ہی اس جمرہ کو پے در پے سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے وقت ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہیں۔ مستحب یہ ہے کہ کنکری مارتے وقت کعبہ کو اپنی بائیں جانب اور منی کو دائیں جانب کر کے وادی کے اندر سے کنکری ماریں۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر دوسری جانب سے بھی مار دیا اور کنکری رمی کی جگہ میں گر جائے تو یہ بھی کافی ہے۔ کنکری کا اس جگہ پر باقی رہنا شرط نہیں ہے، بلکہ شرط یہ ہے کہ اس میں گر جائے۔ اگر لگ کر نکل جائے تو اہل علم کے مشہور قول کے مطابق کافی ہے۔ اس کی وضاحت نووی نے بھی شرح المہذب میں کی ہے۔ جمرات کے لئے کنکریاں، انگوٹھے اور انگشت شہادت کے بیچ رکھ کر پھینکی جانے والی ان کنکریوں کے برابر ہونی چاہئیں جو چنے سے کچھ بڑی ہوتی ہیں۔

کنکری مارنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے۔ ذبح کرتے وقت «بِسْمِ اللهِ أَللهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ هَذَا مِنكَ وَلَكَ». "اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اور اللہ سب

سے بڑا ہے۔ اے اللہ! یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے"۔ کہنا چاہیے اور جانور کو قبلہ رخ کرنا چاہیے۔ اونٹ ذبح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ کھڑا ہو اور اس کا اگلا بایاں پاؤں بندھا ہوا ہو۔ گائے اور بکری کو بائیں پہلو پر ذبح کرنا چاہیے۔ اگر قبلہ کے علاوہ دوسری طرف رخ کرکے ذبح کر دیا تو سنت چھوٹ جائے گی، لیکن ذبیحہ حلال ہو جائے گا، کیوں کہ ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا سنت ہے، واجب نہیں۔ اپنی قربانی کے جانور میں سے خود کھانا اور ہدیہ دینا اور صدقہ کرنا مستحب ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ فَكُلُوا۟ مِنْهَا وَأَطْعِمُوا۟ ٱلْبَآئِسَ ٱلْفَقِيرَ ﴾

"اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج و فقیر کو بھی کھلاؤ"۔ [الحج:٢٨]

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق قربانی کا وقت ایام تشریق کے تیسرے دن آفتاب ڈوبنے تک ہے، لہذا قربانی کے کل چار دن ہوئے، دسویں ذی الحجہ اور تین دن اس کے بعد۔

جانور نحر یا ذبح کرنے کے بعد حاجی اپنا سر منڈا لے یا بال چھوٹے کرا لے، لیکن حلق (سر منڈانا) افضل ہے، اس لیے کہ نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حلق کرانے والوں کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا تین بار فرمائی اور قصر کرنے والوں کے لیے ایک مرتبہ۔

سر کے کچھ حصے کے بال کٹوانا کافی نہیں، بلکہ منڈانے کی طرح پورے سر کے بال چھوٹے کرانا بھی ضروری ہے، اور عورت انگلی کے پور کے برابر یا اس سے کم اپنی چوٹیوں میں سے کاٹ لے۔

کنکری مارنے اور بال منڈانے یا کٹوانے کے بعد محرم کے لیے عورت کے سوا وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھیں۔ اس حلال ہونے کو تحلل اول کہا جاتا ہے، اس تحلل کے بعد حاجی کے لیے خوشبو لگانا اور مکہ جا کر طواف کرنا مسنون ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "احرام باندھنے سے قبل میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ ﷺ حلال ہو جاتے قبل اس کے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کریں (یعنی حل اصغر کے بعد اور حل اکبر سے پہلے)"۔[1]

اس طواف کو 'طواف افاضہ' اور 'طواف زیارت' بھی کہا جاتا ہے، جو حج کا ایک رکن ہے، اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔ اور یہی مطلب ہے اللہ تعالی کے اس ارشاد کا:

﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ﴾

"پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا

---

[1] صحیح بخاری:۱۵۳۹، صحیح مسلم:۱۱۸۹۔

طواف کریں"۔[الحج:۲۹]

طواف اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اگر حاجی متمتع ہے تو صفا اور مروہ کی سعی کرے گا، یہ سعی اس کے حج کے لیے ہوگی اور اس کی پہلی سعی عمرہ کے لیے تھی۔

علماء کے اصح قول کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی روشنی میں متمتع کے لیے ایک سعی کافی نہیں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے" اس حدیث میں آگے چل کر وہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھے اور عمرہ وحج دونوں کر کے حلال ہو"۔ آگے فرماتی ہیں: "جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف و سعی کر کے حلال ہو گئے۔ پھر جب وہ منی سے واپس آئے تو حج کے لیے دوسرا طواف کیا"۔[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا حج کے بعد منی سے واپس آکر انہوں نے دوبارہ طواف کیا، تو اس طواف سے مراد صفا و مروہ کا طواف (سعی) ہے، جو اس حدیث کی تشریح میں سب سے صحیح قول ہے۔ جو لوگ یہ

---

[1] صحیح بخاری:۱۵۵۶، صحیح مسلم:۱۲۱۱۔

کہتے ہیں کہ اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد طواف افاضہ ہے ان کی بات صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طواف افاضہ تو سب کے لیے رکن ہے، جس کو سبھی نے کیا تھا۔ اس طواف سے مراد وہ طواف ہے جو متمتع حاجی کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی صفاو مروہ کی دوبارہ سعی جو حج کی تکمیل کے بعد منیٰ سے واپسی کے بعد کی جاتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے مسئلہ بالکل واضح ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول بھی ہے۔

اس کی صحت پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقًا روایت کیا ہے کہ ان سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا، تو انھوں نے فرمایا: "مہاجرین وانصار اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا۔ جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے حج کے احرام کو عمرہ بنا لو، سوائے ان لوگوں کے جن کے پاس ہدی یعنی قربانی کا جانور موجود ہو"۔ چنانچہ ہم نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا، اپنی عورتوں کے پاس بھی آئے اور کپڑے بھی پہن لیے۔ آپ نے ان کے بارے میں جن کے پاس جانور تھے فرمایا کہ وہ ایسا نہ کریں، کیوں کہ وہ اس وقت تک حلال نہ ہوں گے جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے (یعنی اس کو ذبح نہ کر دیا جائے)۔ آٹھویں ذی الحجہ کی شام کو ہمیں آپ نے

حکم فرمایا کہ ہم حج کا احرام باندھ لیں۔ جب ہم تمام مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو مکہ آئے اور بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا۔"[1]

اس تفصیل سے ہمارا مقصود پورا ہو گیا، اس میں متمتع حاجی کے لیے دو مرتبہ سعی کی صراحت موجود ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

رہی وہ حدیث جس کو مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے صفا ومروہ کا صرف ایک یعنی پہلا طواف کیا تھا"۔[2] تو یہ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ اپنے احرام میں باقی رہ گئے تھے، یہاں تک کہ وہ حج وعمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی حج وعمرہ ہی کا احرام باندھا تھا اور جو لوگ قربانی کا جانور لائے تھے ان کو حکم فرمایا تھا کہ وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھیں اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو جائیں حلال نہ ہوں۔ اور حج وعمرہ کو اکھٹا کرنے والے (قارن) پر ایک ہی سعی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اور دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری:۱۵۷۵۔

(۲) صحیح مسلم:۱۲۱۵۔

اسی طرح جس نے صرف حج کا احرام باندھا اور قربانی کے دن تک اپنے احرام میں باقی رہا، اس پر بھی ایک ہی سعی ہے۔ لہذا جب قارن اور مفرد طواف قدوم کے بعد سعی کر لیں تو طواف افاضہ کے بعد کی سعی کے لیے یہ کافی ہو جائے گی۔ اس طرح عائشہ اور عبد اللہ بن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم کی حدیث کے درمیان جمع و تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس سے تعارض بھی دور ہو جاتا ہے اور تمام احادیث پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

اس جمع و تطبیق کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ عائشہ اور ابن عباس کی احادیث صحیحہ نے متمتع کے حق میں دوسری سعی کو ثابت کیا اور جابر کی حدیث کا ظاہر متن اس کی نفی کرتا ہے، اور علم الاصول اور مصطلح حدیث کے مطابق مثبت، منفی پر مقدم ہوتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالی ہی درست کی توفیق دینے والا ہے۔ اور اللہ کی مدد کے بنا کسی میں کسی برائی سے پھرنے اور کسی نیکی کے کرنے کی طاقت و قوت نہیں ہے۔

فصل

ان کاموں کا بیان جن کا کرنا یوم النحر کے دن حاجیوں کے لیے افضل ہے

حاجی کے لیے افضل یہ ہے کہ یوم النحر کو یہ چاروں کام ترتیب کے ساتھ ادا کرے۔ یعنی پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی، پھر نحر، پھر حلق یا قصر، پھر بیت اللہ کا طواف۔ اس کے بعد متمتع کے لیے سعی اور مفرد و قارن نے بھی اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو، تو ان کے لیے بھی سعی ضروری ہے۔ اگر ان چاروں میں سے کسی کو کسی پر مقدم کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ سے اس کی رخصت کا ثبوت موجود ہے۔ سعی کو طواف سے پہلے کر لینا بھی اس میں شامل ہے۔ کیوں کہ یہ بھی یوم النحر کو کیے جانے والے کاموں میں سے ایک ہے اور صحابی کے اس قول میں داخل ہو گا کہ اس دن آپ سے جس چیز کے بھی آگے یا پیچھے کیے جانے کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے بس ایک ہی جواب دیا: "کر لو، کوئی حرج نہیں ہے"۔[1] اور اس وجہ سے بھی کہ سعی کو مقدم و مؤخر کرنے میں بھول اور لاعلمی واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا

---

[1] صحیح بخاری: ۸۳، راوی حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما، صحیح مسلم: ۱۳۰۰۔

یہ بھی "کرلو، کوئی حرج نہیں" کے عموم میں داخل ہو گا، کیوں کہ اس میں حجاج کے لیے آسانی اور سہولت ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ سے طواف سے پہلے سعی کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔[1] اسے ابوداود نے اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لہذا اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ عموم میں داخل ہے۔ اور توفیق تو بس اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

جن کاموں سے حاجی پورے طور پر حلال ہو جاتا ہے وہ تین ہیں: جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنا، بال منڈوانا یا کتروانا اور سعی کے ساتھ ساتھ طواف افاضہ ان کے لیے جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ جب یہ تینوں کام کرلے تو اس کے لیے ہر چیز حلال ہو گئی۔ مثلاً عورت و خوشبو وغیرہ جو احرام کی وجہ سے حرام تھیں۔ جس نے اس میں سے دو کام کیے تو اس کے لیے عورت کے سوا بقیہ چیزیں حلال ہو جائیں گی، اور اسے تحلل اول کہا جاتا ہے۔

حاجی کے لیے زمزم کا پانی پینا اور خوب آسودہ ہونا مستحب ہے۔ زمزم کا پانی پیتے وقت جتنی بھی مفید دعائیں یاد ہوں کرنی چاہئیں۔ "زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جاتا ہے

---

(۲) سنن ابوداود: ۲۰۱۵۔

وہ پوری ہوتی ہے"۔[1] جیسا کہ نبی ﷺ سے صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے زمزم کے پانی کے بارے میں فرمایا ہے:"وہ آسودہ کرنے والی غذا ہے"۔[2]

سنن ابو داود میں اتنا اضافہ ہے:"اور بیماری کے لیے شفا ہے"۔[3]

حجاج، طواف افاضہ کے بعد اور ان میں سے جن پر سعی واجب ہے وہ طواف افاضہ کے ساتھ ساتھ سعی کرنے کے بعد، منی جائیں اور وہاں تین دن اور تین راتیں قیام کریں اور ہر دن آفتاب ڈھلنے کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں، اور کنکری مارنے میں اس ترتیب کا لحاظ کرنا ضروری ہے:

پہلے جمرہ اولی سے رمی شروع کرنی چاہیے، اور یہ وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے. اس کو متواتر سات کنکریاں مارنی چاہیے اور ہر کنکری کے ساتھ ہاتھ اٹھانا چاہیے. مسنون یہ ہے کہ جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جائے اور اس کو اپنی بائیں جانب

---

[1] سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۲، راوی حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

[2] صحیح مسلم: ۴۷۳۔۲۴۔

[3] یعنی ابو داود طیالسی۔ انھوں نے اسے ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصے والی حدیث میں بھی روایت کیا ہے۔ دیکھیں: مسند ابو داود طیالسی (۱/ ۳۶۴) حدیث نمبر ۴۵۹۔

کرلے اس طرح کہ قبلہ سامنے ہو اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھالے اور خوب دعا کرے، اور گریہ زاری کرے۔

پھر پہلے کی طرح دوسرے جمرہ کو کنکری مارے، مسنون یہ ہے کہ رمی کے بعد تھوڑا آگے بڑھ جائے اور جمرہ کو دائیں جانب اور قبلہ سامنے کرلے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاکر خوب دعامانگے۔

پھر تیسرے جمرے کو کنکری مارے، لیکن وہاں نہ ٹھہرے۔

اسی طرح دوسرے دن زوال کے بعد ان تینوں جمرات کو کنکری مارے اور جس طرح پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس پہلے دن کیا تھا ویسے ہی دوسرے دن کرے، تاکہ نبی ﷺ کی اقتدا ہو۔

ایام تشریق کے پہلے دو دنوں میں رمی کرنا حج کے واجبات میں سے ہے، اس طرح پہلی اور دوسری رات منیٰ میں گزارنا واجب ہے، سوائے پانی پلانے والوں اور چرواہوں کے اور جو ان کے حکم میں ہوں، ان کے لیے منیٰ میں رات گزارنا واجب نہیں۔

پہلے دو دنوں کی رمی کے بعد جو منیٰ سے جلد جانا چاہے اس کے لیے جانا جائز ہے، لیکن اس کو آفتاب ڈوبنے سے پہلے ہی نکل جانا چاہیے۔ لیکن جو تاخیر کرے اور تیسری

رات بھی گزارے اور تیسرے دن بھی جمرات کو کنکری مارے تو یہ افضل اور ثواب میں زیادہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡدُودَٰتٖۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوۡمَيۡنِ فَلَآ إِثۡمَ عَلَيۡهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثۡمَ عَلَيۡهِۖ لِمَنِ ٱتَّقَىٰۗ ﴾

"ان چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو، جو شخص (منی میں) دو دن قیام کر کے واپسی کی جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ اس شخص پر کوئی گناہ ہے جو تاخیر کر کے جائے۔ یہ اللہ سے ڈرنے والے کے لیے ہے"۔[البقرۃ:۲۰۳]

تاخیر کرنا افضل اس لیے بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو جلدی کرنے کی رخصت دی، لیکن خود جلدی نہیں کیا، بلکہ منی میں ٹھہر کر ۱۳ تاریخ تک زوال کے بعد جمرات کو کنکری ماری، پھر ظہر پڑھنے سے پہلے آپ وہاں سے کوچ کر گئے۔

چھوٹے بچے جو کنکری نہیں مار سکتے ان کے ولی کے لیے جائز ہے کہ اپنی طرف سے کنکری مارنے کے بعد ان کی طرف سے بھی کنکری مارے، اسی طرح چھوٹی بچی جو کنکری نہیں مار سکتی اس کی طرف سے اس کا ولی کنکری مار سکتا ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ ہمارے ساتھ عورتیں اور

بچے بھی تھے۔ ہم نے بچوں کی طرف سے لبیک بھی پکارا اور رمی بھی کی"۔[1]

جو لوگ خود سے کنکری نہ مار سکتے ہوں خواہ یہ بیماری کی وجہ سے ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے یا عورت کے حالت حمل میں ہونے کی وجہ سے تو ایسے معذور لوگ اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کر سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُمۡ﴾

"جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو"۔[التغابن:١٦]

چونکہ یہ لوگ جمرات کے پاس لوگوں کی بھیڑ برداشت نہیں کر سکتے اور رمی کا وقت فوت ہو جائے گا، جس کی قضا مشروع نہیں، اس لیے ان کے لیے جائز ہے کہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دیں، دوسرے مناسک کے برخلاف جن کی ادائیگی کے لیے نیابت جائز نہیں، خواہ اس کا حج نفلی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا، خواہ وہ نفلی ہی ہو، تو اس کے اوپر ان کا پورا کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَتِمُّواْ ٱلۡحَجَّ وَٱلۡعُمۡرَةَ لِلَّهِۚ ﴾

"اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے"۔[البقرة:١٩٦]

---

(١) سنن ترمذی:٩٢٧۔

اور طواف وسعی کا زمانہ فوت نہیں ہوتا، لیکن رمی کا وقت جو محدود ہے فوت ہو جاتا ہے۔

جہاں تک عرفہ کے وقوف اور مزدلفہ اور منی میں رات گزارنے کی بات ہے، تو بلاشبہ اس کا وقت بھی فوت ہو جاتا ہے، لیکن کسی معذور کے لیے تکلیف اٹھا کر ان جگہوں میں پہنچ جانا ممکن ہے، لیکن رمی کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں، نیز معذور کے لیے رمی میں نائب بنانا سلف صالحین سے ثابت ہے، لیکن دوسرے مناسک کے لیے ثابت نہیں ہے۔

اور عبادات کا معاملہ توقیفی ہے، یعنی ان کا دار ومدار شریعت کی خبر ہے، لہذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ دلیل کے بغیر کسی چیز کو مشروع کرے۔ نائب کے لیے جائز ہے کہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے، پھر اپنے موکل کی طرف سے ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے، یہ ضروری نہیں کہ پہلے تینوں جمرات کو اپنی طرف سے رمی کرے، پھر اپنے موکل کی طرف سے دوبارہ سب کی رمی کرے، کیوں کہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں اور علماء کا سب سے صحیح قول یہی ہے۔ اور اس کے خلاف کرنے میں تکلیف ومشقت بھی ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍۚ ﴾

"اور اللہ تعالی نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی"۔[الحج:۷۸]

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"آسانی کرو، سختی مت کرو"۔[1]

نیز کسی صحابیؓ رسول سے ایسا مروی نہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں اور کمزوروں کی طرف سے دوبارہ لوٹ کر رمی کی ہو، اگر ایسا کیے ہوتے تو ضرور منقول ہوتا، کیوں کہ نقل وروایات کے لیے ہمتیں پوری موجود تھیں۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری:۶۹، راوی حدیث انس رضی اللہ عنہ۔

فصل

متمتع اور قارن پر دم کے وجوب کا بیان

حاجی جب متمتع یا قارن ہو اور وہ مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو تو اس پر ایک قربانی واجب ہے، دم خواہ ایک بکری ہو یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اور واجب ہے کہ یہ جانور حلال مال اور پاکیزہ کمائی سے ہو، اس لیے کہ اللہ تعالی پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔

مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ قربانی کے لیے ہو یا غیر قربانی کے لیے لوگوں سے، خواہ وہ بادشاہ ہوں یا کوئی اور ہوں، سوال کرنے سے بچے، جب اللہ اس کے مال میں اتنی آسانی پیدا کر دے کہ وہ اپنے پاس سے قربانی دے لے اور دوسروں کی کمائی سے خود کو بے نیاز کر دے، جیسا کہ بے شمار احادیث میں سوال کی مذمت اور اس کا عیب بیان کیا گیا ہے اور جو لوگ سوال نہیں کرتے ان کی تعریف کی گئی ہے۔

اگر متمتع اور قارن جانور ذبح کرنے سے عاجز ہوں تو ان کے پر واجب ہے کہ ایام حج میں تین دن روزہ رکھیں اور جب گھر لوٹ جائیں تو سات دن اور روزہ رکھیں، ان کو اختیار ہے کہ یہ تینوں روزے یوم النحر سے پہلے ہی رکھ لیں یا ایام تشریق کے تینوں دنوں میں رکھیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ فِى ٱلْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۚ﴾

"جس نے حج کا زمانہ آنے تک عمرہ کا فائدہ اٹھایا، وہ حسب مقدور جانور ذبح کرے۔ اگر جانور میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں رکھے اور سات گھر پہنچ کر۔ اس طرح پورے دس روزے رکھ لے، یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں"۔[البقرة:١٩٦]مکمل آیت۔

اور صحیح بخاری میں عائشہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ:

"ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی صرف اسی کو رخصت دی گئ ہے جو قربانی کا جانور نہ پاسکے"۔[1] یہ روایت نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ افضل یہ ہے کہ یہ تینوں روزے یوم عرفہ سے پہلے ہی رکھ لیے جائیں، تاکہ یوم عرفہ کو حاجی روزہ کی حالت میں نہ رہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کا وقوف عدم روزہ کی حالت میں کیا تھا اور آپ نے عرفہ کے وقوف کی حالت میں عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، اور اس لیے بھی کہ آج روزہ کی حالت میں نہ رہنے سے ذکر و دعا میں زیادہ نشاط حاصل ہو گا۔ ان تینوں دن کا روزہ ایک ساتھ اور الگ الگ دونوں طرح

---

[1] صحیح بخاری:١٩٩٨۔

رکھنا جائز ہے۔ اسی طرح ساتوں دن کے روزے بھی مسلسل رکھنے واجب نہیں۔ اکٹھے اور متفرق دونوں طرح رکھے جاسکتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالی نے اس میں تسلسل کو مشروط نہیں کیا ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے۔ ان سات روزوں کو گھر جاکر رکھنا افضل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ﴾

"اور سات روزے اس وقت رکھو جب تم گھر لوٹ جاؤ"۔[البقرۃ:١٩٦]

قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے امیروں سے جانور مانگ کر ذبح کرنے کے بجائے روزہ رکھنا افضل ہے۔ جس شخص کو بغیر مانگے اور نفس کے لالچ کے بغیر قربانی کا جانور یا کچھ اور دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، خواہ وہ حاجی حج بدل کے لیے آیا ہو، بشرط یہ کہ نائب بنانے والے لوگوں نے اپنے دیے ہوئے مال میں سے جانور خریدنے کی شرط نہ رکھی ہو۔

اور جہاں تک بات ہے کذب وغلط بیانی کے ذریعہ بعض لوگوں کا کسی کے پر نام ہدی کے جانور حکومت غیرہ سے مانگنا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حرام ہے، کیونکہ یہ باطل طریقہ سے مال کھانا ہے، اللہ ہم کو اور مسلمانوں کو اس سے بچائے۔

فصل

حجاج وغیرہم پر امر بالمعروف کے واجب ہونے کا بیان

حجاج پر اور غیر حجاج پر بھی جو سب سے بڑی چیز واجب ہے، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے اور جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز کی پابندی بھی، جس کا حکم اللہ تعالی نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی زبان سے دیا ہے۔

مکہ کے بہت سے باشندگان جو اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور مسجدوں کو معطل کر رکھا ہے، یہ ان کی بہت بڑی غلطی اور شریعت کی مخالفت ہے، ان کو اس سے منع کرنا اور مسجدوں میں نماز کی پابندی کرنے کا حکم دینا واجب ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن مکتوم سے اس وقت فرمایا جب وہ اپنے اندھے پن اور مسجد سے گھر دور ہونے کا عذر لے کر آئے تھے کہ آپ ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں، تو آپ نے ان سے فرمایا:

"کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی سنتا ہوں۔ تو فرمایا: "تو پھر اس پر لبیک کہو"۔[1]

---

[1] صحیح مسلم: ۶۵۳ راوی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے:

"میں تمہارے لیے رخصت کی کوئی گنجائش نہیں پاتا"۔[1]

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز کا حکم دوں۔ جب وہ کھڑی ہو جائے تو کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں"۔[2]

نیز عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنن ابن ماجہ میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے اذان سن لی، پھر بھی بلا عذر مسجد نہیں آیا، تو اس کی نماز نہیں"۔[3]

صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: "جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ سے مسلم ہو کر ملے، تو اس کو چاہیے کہ ان پانچوں نمازوں کی پوری حفاظت کرے جب بھی ان کے لیے اذان دی جائے، کیوں کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے طریقے مشروع فرمائے ہیں اور نمازیں انہی

---

[1] سنن ابو داود: ۵۵۲، راوی حدیث عبد اللہ بن ام مکتوم۔

[2] صحیح بخاری: ۲۴۲۰، صحیح مسلم: ۶۵۱۔

[3] سنن ابو داود: ۵۵۱ راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو، جس طرح یہ پیچھے رہنے والے اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں، تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد میں جاتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک گناہ معاف فرماتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ نماز سے پیچھے رہنے والے صرف کھلے منافقین ہی ہوتے تھے، ورنہ آدمی اس حالت میں بھی لایا جاتا کہ اسے دو آدمیوں کے سہارے صف میں لا کھڑا کر دیا جاتا تھا"۔[1]

حجاج اور دوسروں پر اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اور ان کے ارتکاب سے دور رہنا واجب ہے۔ جیسے زنا، لواطت، چوری، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، معاملات میں دھوکہ دینا، امانت میں خیانت کرنا، نشہ آور چیزوں اور سگریٹ کا پینا، کپڑوں کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا، تکبر، حسد، ریاکاری، غیبت، چغلی، مسلمانوں کا مذاق اڑانا، موسیقی کے آلات جیسے عود، بربط، بانسری وغیرہ کا استعمال کرنا اور ریڈیو وغیرہ آلاتِ طرب سے گانے سننا، چوسر، شطرنج، جوا اور لاٹری کا کام کرنا اور ذی روح جیسے

---

(۱) صحیح مسلم: ۶۵۴۔

آدمیوں کی تصویریں کھینچنا اور اس کام کو پسند کرنا۔ یہ سب وہ بری باتیں ہیں جن کو اللہ تعالی نے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ لہذا ان سے حجاج اور باشندگانِ حرم کا بچنا دوسرے سے زیادہ ضروری ہے؛ اس لیے کہ اس بلدِ امین میں ان معاصی کا گناہ زیادہ سخت اور ان کی سزا زیادہ بڑی ہے۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يُرِدۡ فِيهِ بِإِلۡحَادِۭ بِظُلۡمٖ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ ﴾

"اور جو شخص حرم میں ظلم کے ساتھ الحاد کا خواہاں ہو گا ہم اسے الم ناک عذاب چکھائیں گے"۔ [الحج:۲۵]

تو جب اللہ تعالی نے حرم میں ظلم کے ذریعہ الحاد کا ارادہ کرنے والوں کو دھمکی دی ہے تو ان لوگوں کا کیا انجام ہو گا جو الحاد کر گزریں؟! بلاشبہ یہ انتہائی عظیم اور شدید بات ہو گی۔ لہذا اس سے اور تمام معاصی سے بچنا ضروری ہے۔

حاجی کو حج کا ثواب اور گناہوں کی بخشش ان گناہوں اور دوسری حرام باتوں سے بچے بغیر نہیں مل سکتی، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی و فسق نہ کرے، تو اس دن کی طرح (پاک وصاف) ہو کر لوٹے گا، جس دن اس کی

ماں نے اس کو جنم دیا تھا"۔[1]

ان تمام منکرات سے زیادہ سخت اور بڑی بات یہ ہے کہ آدمی مُردوں کو پکارے، ان سے فریاد کرے، ان کے لیے نذر مانے، اور ان کے لیے جانور ذبح کرے؛ اس امید پر کہ وہ اللہ کے یہاں اس کی سفارش کر دیں گے، یا اس کے بیمار کو اچھا کر دیں گے، یا اس کے گم شدہ شخص کو واپس کرا دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ وہی شرک اکبر ہے جس کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے اور یہی مشرکین جاہلیت کا دین ہے اور اللہ تعالی نے اسی کے انکار اور اسی سے روکنے کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل کیا۔

لہذا ہر حاجی اور غیر حاجی کا فرض ہے کہ وہ اس سے بچے اور اگر پہلے شرک کر چکا ہے تو اس سے توبہ کر کے از سر نو حج کے لیے تیار ہو، کیوں کہ شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾

" اور اگر انہوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے اعمال اکارت ہو جاتے جو انہوں نے کئے تھے"۔[الأنعام:۸۸]

---

[1] صحیح بخاری:۱۳۵۰، راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اور شرک اصغر کی ایک قسم غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، جیسے نبی، کعبہ اور امانت وغیرہ کی قسم کھانا۔

اسی طرح ریاکاری، شہرت اور یہ کہنا: "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں"، یا "اگر اللہ اور آپ نہ ہوتے"، یا "یہ اللہ اور آپ کی عنایت ہے" اور اس جیسے دیگر جملے شرک اصغر میں سے ہیں۔

اس طرح کے تمام شرکیہ منکرات سے بچنا اور اس کے چھوڑنے کی وصیت کرنا بھی واجب ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا"۔ [1]

اسے احمد، ابوداود، اور ترمذی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

اور صحیح حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"جس کو قسم کھانی ہی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے"۔ [2]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن ابوداود: ۳۲۵۱۔

[2] صحیح بخاری: ۲۶۷۹، صحیح مسلم: ۱۶۴۶۔

"جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔[1]

اس ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اور اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "مجھے تمہارے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے، وہ شرکِ اصغر ہے"۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: "ریاکاری"۔[2]

اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: "تم مت کہو: جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ (یوں) کہو: جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے"۔[3]

اور سنن نسائی ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول! جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں!" تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "کیا تم نے مجھے اللہ کا ہم سر بنا دیا؟! بلکہ اس کے بدلے میں یہ کہو کہ) جو صرف اللہ چاہے"۔[4]

---

(۱) سنن ابو داود: ۳۲۵۳۔

(۲) مسند احمد: ۵/ ۴۲۸۔

(۳) سنن ابو داود: ۴۹۸۰۔

(۴) سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۷۔

یہ تمام احادیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے توحید کی حفاظت فرمائی اور اپنی امت کو شرک اکبر اور شرک اصغر سے روکا، اللہ کے عذاب اور غضب الہی کے اسباب سے امت کی سلامتی نیز ان کے ایمان کی سلامتی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد حریص تھے، اللہ تعالی آپ ﷺ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، آپ ﷺ نے پیغام الہی پہنچایا، امت کو ڈرایا اور اللہ کی اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کی، اللہ آپ ﷺ پر قیامت تک درود و سلام بھیجتا رہے۔

تمام اہل علم خواہ وہ حجاج ہوں یا اللہ کے پر امن شہر مکہ اور مدینۃ الرسول کے باشندگان، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کی شریعت لوگوں کو سکھائیں اور شرک و معاصی وغیرہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے لوگوں کو روکیں اور ان باتوں کو دلائل سے پوری شرح وبسط کے ساتھ ذکر کریں اور اس کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کریں، تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لائیں اور اس طرح ان پر اللہ تعالی نے جو تبلیغ وبیان کا فریضہ واجب کیا ہے، اس کو ادا کریں، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ ﴾

"اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے سامنے

ضرور ظاہر کرنا اور چھپانا نہیں"۔[آل عمران:۱۸۷]

اس آیت کا مقصود اس امت کے علماء کو ڈرانا ہے کہ وہ حق کے چھپانے کے سلسلہ میں ظالم اہل کتاب کے مسلک پر نہ چلیں، تاکہ اس کے ذریعہ آخرت کے بجائے دنیا کمائیں، جب کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ ﴾

"جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودے کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں، تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں"۔[البقرۃ:۱۵۹-۱۶۰]

اور بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی طرف دعوت دینا اور بندوں کو اللہ کی طرف راہ دکھانا بہترین نیکی اور اہم ترین

فرائض میں سے ہے اور قیامت تک کے لیے یہی انبیاء اور ان کے متبعین کا راستہ بھی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ ﴾

"اور اس سے اچھی کس کی بات ہو گی جو اللہ کی طرف بلائے اور صالح عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔[فصلت:٣٣]

اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ ﴾

"کہہ دو کہ یہی ہے میری راہ کہ میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف اور میرے متبعین بھی بصیرت کے ساتھ۔ اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔[یوسف:١٠٨]

اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کے لیے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے"۔[1]

---

[1] صحیح مسلم:١٨٩٣۔

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر اللہ تمھارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔[1]

اس مضمون کی آیات اور احادیث بہت سی ہیں۔

اہل علم وایمان کو چاہیے کہ دعوت الی اللہ میں اپنی کوششوں کو اور بھی بڑھا دیں اور اللہ کے بندوں کو نجات کی راہ دکھانے اور ہلاکت کے اسباب سے بچانے میں پوری پوری جد وجہد کریں، خاص طور پر اس زمانے میں جب کہ لوگوں کی خواہشات غالب آچکی ہیں اور تباہ کن افکار و نظریات اور گمراہ کن نعرے پھیل چکے ہیں اور داعیان حق کم سے کم تر ہو چکے ہیں اور الحاد واباحیت کے داعیوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے، تو ایسی صورت میں اللہ ہی مددگار ہے، اور عظیم و بلند اللہ کی توفیق کے بنا نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی گناہوں سے بچنے کی۔

---

[1] صحیح بخاری:۳۰۰۹، صحیح مسلم:۲۴۰۶۔

فصل

اطاعت کے زیادہ سے زیادہ کرنے کا مستحب ہونا

حجاج جب تک مکہ میں مقیم رہیں ان کو چاہیے کہ برابر اللہ کا ذکر، اس کی اطاعت اور عمل صالح کرتے رہیں اور نماز اور بیت اللہ کا طواف کثرت سے کریں، کیوں کہ حرم کی نیکی کا ثواب چند درچند ہے، اسی طرح حرم کی برائیاں بھی بہت سخت ہوتی ہیں، اسی طرح حجاج کو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجتے رہیں۔

جب حاجی مکہ سے نکلنا چاہیں تو ان پر بیت اللہ کا طواف وداع ضروری ہے، تاکہ ان کا آخری وقت بیت اللہ سے ہو کر گزرے، سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے کہ ان دونوں پر طواف وداع ضروری نہیں ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو۔ لیکن آپ نے حائضہ عورت کے لیے اس کی تخفیف فرمائی"۔[1]

جب بیت اللہ کو وداع کرکے فارغ ہو اور مسجد حرام سے نکلنا چاہے تو سیدھے منہ نکل جائے، الٹے پاؤں ہرگز نہ چلے، کیوں کہ ایسا کرنا نہ تو نبی کریم ﷺ سے منقول

---

(۱) صحیح بخاری:۱۷۵۵، صحیح مسلم:۱۳۲۸۔

ہے اور نہ آپ کے اصحاب سے، بلکہ یہ صریح بدعت ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس نے کوئی ایسا کام کیا، جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے"۔[۱]

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بدعات کے کاموں سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی ایجاد کی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔[۲]

اللہ تعالی ہمیں اپنے دین پر قائم اور اپنی مخالفت سے ہمیں محفوظ رکھے۔ بے شک وہ بڑا سخی اور نہایت کرم والا ہے۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) صحیح مسلم: ۸۶۷، راوی حدیث جابر رضی اللہ عنہ۔

فصل

مسجد نبوی کی زیارت کے احکام وآداب کا بیان

حج سے پہلے یا اس کے بعد مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں پڑھی گئی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے"۔[1]

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے، مسجد حرام کے سوا"۔[2]

اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے مسجد حرام کے علاوہ، اور مسجد حرام میں ایک وقت کی نماز میری مسجد کی ایک سو نماز

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۱۹۰، صحیح مسلم ۱۳۹۴۔

(۲) صحیح مسلم: ۱۳۹۵۔

سے بہتر ہے"۔[1]

اسے احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے سوا دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔ جب کہ مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے"۔[2] (مسند احمد اور سنن ابن ماجہ)

اور اس معنی کی حدیثیں کثرت سے موجود ہیں۔

جب زیارت کرنے والا مسجد پہنچے تو داخل ہوتے وقت پہلے اپنا دایاں قدم رکھنا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: «بِسْمِ اللهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» "اللہ کے نام سے مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ میں عظمت والے اللہ، اس کے کرم والے چہرے اور اس کی قدیم قوت و شوکت کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے لیے

---

[1] مسند احمد (۵/۴)۔

[2] سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۶۔

اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

جس طرح دوسری مسجدوں میں داخل ہوتے وقت کہتا ہے۔ اور مسجد نبوی میں داخلہ کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے۔ پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھے، جس میں اللہ سے دنیا وآخرت کی محبوب چیزیں مانگے۔ اگر یہ دونوں رکعتیں ریاض الجنۃ میں پڑھے تو اور افضل ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے:

"میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔[1]

نماز کے بعد نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپ کے صاحبین ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کرے اور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی قبر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے: " آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے رسول، اور آپ پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو۔" جیسا کہ سنن ابو داود میں حسن سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں"۔

---

[1] صحیح بخاری:۱۱۹۵، صحیح مسلم:۱۳۹۰، راوی حدیث عبد اللہ بن زید مازنی۔

اگر زیارت کرنے والا اپنے سلام میں یوں کہے، تب بھی کوئی حرج نہیں:

«السَّلامُ عَلَيكَ يَا نَبِيَّ اللهِ، السَّلامُ عَلَيْكَ يَا خَيرَةَ اللهِ مِن خَلْقِهِ، السَّلامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ، أَشْهَدُ أَنَّكَ قَد بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ» "سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی! سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر! سلامتی ہو آپ پر اے رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمادی، امانت ادا کردی، امت کی خیر خواہی فرمادی اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کا فریضہ ادا کر دیا"۔ کیوں کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف ہیں۔ پھر آپ ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کے لیے دعا کرے جیسا کہ شریعت میں درود وسلام ایک ساتھ بھیجنے کی مشروعیت ثابت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو"۔ [الأحزاب:٥٦]

پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجے اور ان دونوں کے لیے دعا کرے، اور ان دونوں کے لیے اللہ کی رضامندی طلب کرے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام بھیجتے تھے تو عموما اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے: "آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے رسول، آپ پر سلامتی ہو اے ابو بکر، اور اے میرے ابا آپ پر سلامتی ہو"۔ یہ کہہ کر لوٹ جاتے تھے۔

یہ زیارت صرف مردوں کے لیے مشروع ہے، عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والے اور چراغ جلانے والے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ "قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر آپ نے لعنت بھیجی ہے"۔[1]

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور اس میں دعا اور دوسری مسجدوں کی طرح مشروع کام کی نیت سے مدینہ کا قصد کرنا سب کے لیے مشروع ہے، جیسا کہ اس سے پہلے اس مضمون کی حدیثیں گزر چکی ہیں۔

---

[1] سنن ابو داود: ۳۲۳۶۔

زائر کو چاہیے کہ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد نبوی میں پڑھے اور اس میں کثرت سے ذکر ودعا اور نفلی نمازوں کا اہتمام کرے اور زیادہ ثواب کمانے کی اس فرصت کو غنیمت سمجھے۔

اسی طرح ریاض الجنۃ میں کثرت سے نفلی نماز پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ اس کی فضیلت میں نبی ﷺ کا یہ قول گزر چکا ہے: "میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔[۱]

لیکن فرض نمازوں کے لیے چاہیے کہ زائر آگے بڑھے اور جہاں تک ہو سکے پہلی صف کی پابندی کرے، اگرچہ اگلی صف وہ ہو جس کی قبلہ کی جانب توسیع ہوئی ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں پہلی صف کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ مثلا آپ ﷺ کا یہ فرمان:

"اگر لوگ جان جائیں کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے، پھر قرعہ اندازی کیے بغیر جگہ نہ پا سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں گے"۔[۲]

اسی طرح آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

---

[۱] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

[۲] صحیح بخاری:۶۱۵، صحیح مسلم:۴۳۷۔

"آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو، اور تمہاری اقتدا تمہارے بعد والے کریں۔ آدمی نماز سے پیچھے ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ بھی اس کو پیچھے کر دیتا ہے"۔(۱)

ابو داود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی لگاتار پہلی صف سے پیچھے رہتا ہے، تو اللہ تعالی بھی اسے (عمل کے میدان میں) پیچھے کر کے جہنم میں ڈال دیتا ہے"۔(۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "ایسی صف کیوں نہیں بناتے جیسی فرشتے اپنے رب کے پاس بناتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ملائکہ اپنے رب کے پاس کیسے صف بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوتے ہیں"۔(۳)

اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں جو مسجد نبوی اور دوسری مسجدوں کے لیے عام ہیں، توسیع واضافہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی، اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کو صف کے دائیں طرف کھڑے ہونے کے لیے ترغیب دیتے

---

(۱) صحیح مسلم: ۴۳۸، راوی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔

(۲) سنن ابو داود: ۶۷۹، اس کے الفاظ ہیں: "جب لوگ لگاتار پہلی صف سے پیچھے رہتے ہیں، تو اللہ بھی انھیں (عمل کے میدان میں پیچھے کر کے) جہنم ڈال دیتا ہے۔"

(۳) صحیح مسلم: ۴۳۰، راوی حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

تھے، اور یہ معلوم ہے کہ صف کا دایاں حصہ ابھی قدیم مسجد نبوی میں واقع ہوتا ہے، اور یہ ریاض الجنۃ کے باہر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف اور داہنی طرف کی صفوں میں نماز کی پابندی کرنا ریاض الجنۃ میں نماز کی پابندی سے زیادہ افضل ہے، جو شخص اس بارے میں وارد احادیث پر غور کرے گا اس کو یہ فرق واضح طور پر معلوم ہو جائے گا، واللہ الموفق۔

کسی کے لیے جائز نہیں کہ حجرۂ رسول ﷺ کو چھوئے یا اسے بوسہ دے یا اس کا طواف کرے، کیوں کہ یہ سلف سے منقول نہیں، بلکہ یہ بدعت منکرہ ہے۔

کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کسی حاجت کو پوری کرنے، یا کسی مصیبت کو دور کرنے، یا مریض کو شفا دینے وغیرہ کا سوال کرے، کیوں کہ یہ سب حاجات صرف اللہ تعالی سے مانگی جاتی ہیں، ان کا وفات یافتہ شخص سے مانگنا اللہ کے ساتھ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنا ہے، اور اسلام دو بنیادوں پر قائم ہے:

اول یہ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے۔

دوسرے یہ کہ: اللہ کی عبادت اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ طریقے پر کی جائے۔

اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا مطلب ہی یہی ہے۔

اسی طرح کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت مانگے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالی کا حق ہے اور اسی سے مانگنا چاہیے، جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًاۖ ﴾

"کہہ دیجئے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے"۔[الزمر:۴۴]

البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ: "اے اللہ! اپنے نبی کو میرا شفیع بنا، اے اللہ! اپنے فرشتوں اور مومن بندوں کو میرا سفارشی بنا، اے اللہ! میرے فوت شدہ بچوں کو میرا سفارشی بنا وغیرہ، لیکن مردوں سے کچھ نہیں مانگنا چاہیے، نہ شفاعت نہ دوسری چیز، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء، اس لیے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں، اور اس لیے بھی کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے، سوائے اس عمل کے جس کو شارع نے مستثنی کیا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے"۔[1]

---

[1] صحیح بخاری: ۱۶۳۱، راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں آپ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز تھا اور قیامت کے دن بھی جائز ہوگا، کیوں کہ آپ کو اس پر قدرت حاصل ہوگی، آپ کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ آپ آگے بڑھ کر اللہ تعالی سے شفاعت کی بابت سوال کریں، دنیا میں شفاعت طلب کرنے کے جواز کی بات تو معلوم ومعروف ہے، یہ صرف آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ یہ ایک عام بات ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی، لہذا مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے بھائی سے کہے کہ میرے رب سے میرے بارے میں ایسی اور ایسی شفاعت کردو، یعنی میرے لیے دعا کردو، اور جس سے کہا گیا اس کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرے، اور اگر طلب کی ہوئی چیز مباح ہے تو اپنے بھائی کے لیے اس کی سفارش کردے۔

لیکن قیامت کے دن کوئی شخص بھی کسی کے لیے اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کرسکتا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ ﴾

"کون ہے جو اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے"۔ [البقرۃ:۲۵۵]

رہی موت کی حالت، تو وہ ایک مخصوص حالت ہے جس کو انسان کی موت سے قبل والی حالت سے ملایا نہیں جاسکتا اور نہ قیامت ہونے کے بعد ہی کی حالت سے ملایا جاسکتا ہے، کیوں کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا اور جو کچھ اس نے اب تک کیا وہ اسی کا مرہون ہے، سوائے اس عمل کے جس کو شارع نے مستثنیٰ کیا ہے۔ لیکن مُردوں سے شفاعت طلب کرنے کو شارع نے مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اس کو مستثنیٰ عمل سے ملایا نہیں جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، جو شہدا کی زندگی سے زیادہ کامل ہے، لیکن وہ ایسی زندگی نہیں جیسی موت سے قبل تھی اور نہ قیامت کے دن کی زندگی جیسی ہے، بلکہ قبر کی زندگی ایسی ہے جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لیے حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد پہلے گزر چکا ہے:

"جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں"۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو چکی ہے، لیکن سلام کے وقت آپ پر لوٹائی جاتی ہے، آپ ﷺ کی موت

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

کے دلائل قرآن و سنت میں معروف و مشہور ہیں اور اہل علم کے نزدیک یہ ایک متفق علیہ بات ہے، لیکن یہ موت آپ ﷺ کی حیات برزخی کے لیے مانع نہیں، جیسے شہداء کی موت ان کی حیات برزخی کے لیے مانع نہیں، جس کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ ﴾

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مُردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس ان کو رزق بھی ملتا ہے"۔[آل عمران:۱۶۹]

ہم نے اس مسئلہ کو بہت مفصل اس لیے بیان کیا کہ اس کی بڑی ضرورت تھی کیوں کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس معاملہ میں شبہات میں ڈالتی ہے اور شرک کی طرف اور اللہ کے سوا مُردوں کی عبادت کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو مخالف شرع باتوں سے بچائے۔ واللہ اعلم۔

زیارت کرنے والے بعض لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرتے ہیں اور دیر تک کھڑے رہتے ہیں، یہ بھی خلاف شرع ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے امت کو نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس طرح لوگ آپس میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہیں اس طرح آپ کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا

ہے اور لوگوں کو آپ کے پاس آواز نیچی رکھنے کی ترغیب دی ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُقَدِّمُواْ بَيْنَ يَدَيِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ ١ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرۡفَعُوٓاْ أَصۡوَٰتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجۡهَرُواْ لَهُۥ بِٱلۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ أَن تَحۡبَطَ أَعۡمَٰلُكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ٢ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌ ٣ ﴾

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمھارے اعمال اکارت جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور بڑا ثواب ہے"۔[الحجرات:۱-۳]

اس لیے بھی کہ آپ کی قبر کے پاس دیر تک کھڑے رہنے اور بار بار آپ ﷺ پر سلام پڑھنے سے بھیڑ میں اضافہ ہوگا اور آپ کی قبر کے پاس شور و غل بڑھے گا، جو

ان باتوں کے خلاف ہے جسے اللہ تعالی نے ان محکم آیتوں میں مسلمانوں کے لیے مشروع کیا ہے۔ آپ ﷺ زندہ و مردہ دونوں حالتوں میں قابل احترام ہیں، لہذا کسی مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ آپ کی قبر کے پاس ایسا عمل کرے جو شرعی ادب کے خلاف ہو۔

اسی طرح جو زائر آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اور قبر کو سامنے کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، تو یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کے متبعین اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے، بلکہ ایجاد کی ہوئی بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میری سنت کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، اسے نہایت مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور (دین کے نام پر سامنے آنے والی) نئی نئی بدعات و ایجادات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔[1]

اسے ابو داود اور نسائی نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

[1] سنن ابو داود: ۴۶۰۷، راوی حدیث: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ۔

"جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس دین کا حصہ نہیں ہے، تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے"۔ (۱)

اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"جس نے کوئی ایسا کام کیا، جس کا ہم نے حکم نہیں دیا ہے، تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے"۔ (۲)

علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس دعا کر رہا تھا، تو آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور انہوں نے میرے دادا سے بیان کیا ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میری قبر کو عید (میلے کی جگہ) نہ بنالینا اور نہ ہی اپنے گھروں کو قبرستان بنالینا۔ مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیوں کہ تمھارا بھیجا گیا سلام مجھ تک پہنچتا ہے، چاہے تم جہاں بھی ہو"۔ (۳)

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۳) زین العابدین کی روایت کی نسبت شیخ نے حافظ مقدسی کی جانب کی ہے۔ لیکن ان کے یہاں متعلقہ قصہ نہیں ہے۔ (مسند احمد: ۲/ ۳۶۷)۔

اسے حافظ محمد بن عبد الواحد مقدسی نے اپنی کتاب (الاحادیث المختارۃ) میں روایت کیا ہے۔

اسی طرح جو زائر آپ ﷺ پر سلام بھیجتے وقت اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر یا سینے سے نیچے نمازی کی طرح ہیئت بناتے ہیں، تو یہ ہیئت نہ آپ پر سلام کرتے وقت اور نہ ہی کسی بادشاہ اور لیڈر وغیرہ سے سلام کرتے وقت بنانا جائز ہے، کیوں کہ یہ ہیئت ذلت و خضوع اور عبادت کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتح الباری میں اس کو علماء سے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں جو بھی غور کرے گا اس کے لیے یہ مسئلہ بالکل واضح اور عیاں ہو جائے گا، بشرطیکہ اس کا مقصد سلف صالحین کی اتباع ہو۔

لیکن جس پر تعصب اور خواہش نفس اور اندھی تقلید اور سلف صالحین کے طریقہ کی طرف دعوت دینے والوں کے ساتھ بدگمانی غالب ہو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، ہم اللہ سے اپنے لیے اور اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور حق کو تمام چیزوں پر ترجیح دینے کی توفیق مانگتے ہیں، بے شک وہی سوالوں کا بہتر جواب دینے والا ہے۔

اسی طرح جو لوگ دور سے قبر شریف کا استقبال کرتے ہیں اور اپنے ہونٹوں کو

سلام یا دعا کے لیے ہلاتے ہیں، تو یہ سب پچھلی بدعات ہی میں شامل ہیں۔ اور کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ دین میں وہ باتیں ایجاد کرے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، کیوں کہ وہ ان کاموں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور دوستی کے بجائے ظلم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس جیسے عمل کو بہت برا سمجھتے ہوئے فرمایا ہے:

"اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح بھی انہی چیزوں سے ہوگی جن سے اگلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی"۔

اور سب کو معلوم ہے کہ اس امت کے پہلے لوگوں کو جس چیز نے سدھارا وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور آپ کے صحابہ اور تابعین کے طریقہ کی پیروی تھی، اور اس امت کے آخری لوگ بھی اسی کو مضبوط تھام کر اور اسی پر چل کر ہی سدھر سکتے ہیں۔

اللہ تعالی مسلمانوں کو اس بات کی توفیق دے جس میں ان کی نجات اور سعادت اور دنیا و آخرت میں عزت ہو، بے شک اللہ جود و سخا والا اور کرم و مہربانی والا ہے۔

تنبیہ

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کا حکم

قبر نبوی کی زیارت حج کے لیے نہ واجب ہے نہ شرط، جیسا کہ عوام الناس کا خیال ہے، بلکہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کریں یا مسجد سے قریب ہوں ان کے لیے مسجد کی زیارت کے ساتھ قبر کی زیارت بھی مستحب ہے۔

لیکن جو لوگ مدینہ منورہ سے دور ہوں ان کے لیے جائز نہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرکے مدینہ منورہ آئیں، البتہ مسجد نبوی کے لیے سفر کرکے آنا سنت ہے، جب مدینہ آجائیں تو آپ ﷺ کی قبر اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی بھی زیارت کرلیں، نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں ہے، جیسا کہ صحیحین کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے، مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی"۔[1]

---

[1] صحیح بخاری:۱۱۸۹۔راوی حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، صحیح مسلم:۱۳۹۷۔

اگر رسول اللہ ﷺ یا کسی اور کی قبر کے لیے سفر کرنا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ امت کو ضرور بتاتے اور اس کی فضیلت کی طرف ان کی رہنمائی کرتے، اس لیے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ اور سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف کھانے والے تھے، اور آپ ﷺ نے احکام کی پوری تبلیغ فرمادی، امت کو ہر بھلائی بتادی اور ہر برائی سے ڈرا دیا، کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے ان تینوں مسجدوں کے سوا اور کہیں کے لیے سفر کرنے سے روکا اور فرمایا:

"میری قبر کو عید (میلہ گاہ) مت بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان۔ دیکھو، میرے اوپر درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود تم جہاں کہیں بھی رہو، مجھ تک پہنچ جائے گا"۔[1]

قبر نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو مشروع کہنا دراصل قبر کو میلہ گناہ بنانا ہے اور غلو ومبالغہ آرائی کی جس ممنوع بات سے آپ ﷺ ڈرتے تھے اسی کا واقع ہو جانا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں، محض اس عقیدہ کی وجہ سے کہ وہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں۔

اس باب میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کو وہ لوگ جو قبر نبوی کے لیے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں حجت بناتے ہیں، وہ سب حدیثیں ضعیف الاسناد بلکہ موضوع ہیں،

---

[1] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

جن کے ضعف پر محدثین کرام جیسے دار قطنی، بیہقی، اور حافظ ابن حجر وغیرہم نے تنبیہ کی ہے، لہذا یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ان ضعیف احادیث کو ان صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کیا جائے جو ان تینوں مساجد کے سوا سفر کی حرمت بیان کرتی ہیں۔

آپ حضرات کی معلومات کے لیے ان موضوع احادیث میں سے کچھ کو بیان کیا جاتا ہے، تا کہ آپ ان کو پہچان جائیں اور ان سے دھوکہ کھانے سے بچ جائیں:

۱۔ "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔

۲۔ "جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی"۔

۳۔ "جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی، میں اللہ کے پاس اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں"۔

۴۔ "جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

یہ اور اس قسم کی دیگر حدیثیں نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر اکثر روایتوں کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں۔

حافظ العقیلی کہتے ہیں: اس باب میں کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بصراحت فرمایا کہ یہ سب ہی روایات موضوع ہیں۔

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ علم وحفظ اور اطلاع کے معاملہ میں آپ کے لئے کافی ہیں۔

اگر ان میں کوئی چیز ثابت ہوتی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس پر عمل کرتے، امت کو بتاتے اور اس پر عمل کی دعوت دیتے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں اور حدود الٰہی کا سب سے زیادہ علم انہی کو ہے، اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو شریعت بنائی ہے اس کو صحابہ ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں اور اللہ اور اس کی مخلوق کے سب سے بڑے خیر خواہ وہی ہیں، جب اس کے متعلق ان کی طرف سے کوئی بات منقول نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ سب غیر مشروع ہے۔

اگر کوئی حدیث ان میں سے صحیح بھی ہو تو اس کو شرعی زیارت پر محمول کیا جائے گا جس سے صرف قبر کے لیے سفر کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، اس مفہوم سے دونوں طرح کی احادیث کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے، اور اللہ ہی اس معاملہ میں بہتر جان کار ہے۔

فصل

مسجد قبا اور بقیع کی زیارت کے مستحب ہونے کا بیان

مدینہ کی زیارت کرنے والے کے لیے مسجد قبا کی زیارت کرنا اور اس میں نماز پڑھنا بھی مستحب ہے، کیوں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیحین میں ہے کہ: "نبی کریم ﷺ مسجد قبا کی زیارت سواری پر اور پیدل چل کر کرتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے"۔ [1]

اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد قبا آکر اس میں نماز پڑھی اس کے لیے ایک عمرہ کا اجر ہے"۔ [2]

اسی طرح بقیع، شہدا احد کی قبروں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت بھی مسنون ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت کرتے اور ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

---

(۱) صحیح بخاری:۱۱۹۳، صحیح مسلم:۱۳۹۹۔

(۲) سنن ابن ماجہ:۱۴۱۲۔

"قبروں کی زیارت کرو، کیوں کہ یہ تمھیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں"۔[1]

نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یوں کہیں:

«السَّلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ» "اے اس دیار کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں"۔[2]

اسے مسلم نے سلمان بن بریدہ عن ابیہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینے کی قبروں کے پاس سے گزرے، تو قبروں میں دفن لوگوں کی جانب منہ کیا اور فرمایا:

«السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُور يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأَثَرِ». "اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ ہم کو اور تم کو بخش دے۔ تم ہم سے پہلے

---

(۱) صحیح مسلم:۹۷۶۔

(۲) صحیح مسلم:۹۷۵۔

چلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں"۔[1]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی شرعی زیارت کا مقصد یہ ہے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور اس سے مردوں کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے لیے دعا اور رحم کی درخواست کرنے کا موقع ملتا ہے۔

لیکن اگر قبروں کی زیارت کا مقصد، قبروں کے پاس دعا کرنا، یا وہاں اعتکاف کرنا، یا ان سے حاجت روائی یا بیماروں کی شفا کا سوال کرنا، یا ان کی ذات یا ان کے مرتبہ وغیرہ کے واسطے سے اللہ سے مانگنا ہو، تو ایسی زیارت بدعت منکرہ ہے، نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو مشروع کیا، نہ سلف صالحین نے اس پر عمل کیا، بلکہ یہ ان قبیح باتوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "قبروں کی زیارت کرو اور بے ہودہ بات مت کرو"۔[2]

یہ سارے امور بدعت ہونے میں تو ایک ہیں لیکن سب کے مراتب الگ ہیں، کچھ تو بدعت ہیں شرک نہیں ہیں، جیسے قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنا اور میت کے حق اور مرتبہ کے واسطے سے دعا مانگنا، اور بعض شرک اکبر ہیں، جیسے مردوں کو پکارنا

---

[1] سنن ترمذی: ۱۰۳۵۔

[2] صحیح مسلم: ۹۷۷، راوی حدیث: بریدہ رضی اللہ عنہ۔

اور ان سے مدد مانگنا وغیرہ۔

ان باتوں کا مفصل بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے، لہذا ان سے متنبہ رہنا چاہیے اور اللہ سے حق کی توفیق اور ہدایت مانگنی چاہیے، اللہ ہی توفیق وہدایت دینے والا ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ رب۔

اس رسالہ کی بابت ہماری یہ آخری بات تھی جسے ہم نے لکھوا دیا۔

اور تمام تعریفیں، اولا وآخرا اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ درود وسلام نازل کرے اپنے بندے اور رسول اور اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر محمد پر، اور ان کی آل، ان کے صحابہ اور تا قیامت بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

فہرست

مقدمہ مؤلف ۲
فصل:حج اور عمرہ کے وجوب کے دلائل ۷
فصل:گناہوں سے توبہ کرنے اور مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے وجوب
کا بیان ۱۲
فصل:میقات پہنچ کر حاجی کے کرنے والوں کاموں کا بیان ۱۹
فصل:مکانی میقات اور اس کی تحدید ۲۶
فصل:موسم حج کے علاوہ جو شخص میقات پر پہنچے اس کا حکم ۳۳
فصل:کیا بچے کا حج، اس کے واسطے حجۃ الاسلام کی جگہ کافی ہو گا؟........ ۳۷
فصل:احرام کی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان ۴۱
فصل:مکہ میں آنے کے بعد حاجی کیا کرے؟ اور مسجد حرام میں داخل ہونے
کے بعد طواف کیسے کرے؟ ۴۹
فصل:آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منی جانے کا بیان ۶۰
فصل:ان کاموں کا بیان جن کا کرنا یوم النحر کے دن حاجیوں کے لیے افضل
ہے ۸۶

فصل: متمتع اور قارن پر دم کے وجوب کا بیان ۹۴
فصل: حجاج وغیرہم پر امر بالمعروف کے واجب ہونے کا بیان............ ۹۷
فصل: اطاعت کے زیاد سے زیادہ کرنے کا مستحب ہونا.................... ۱۰۸
فصل: مسجد نبوی کی زیارت کے احکام وآداب کا بیان...................... ۱۱۰
تنبیہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی قبر کی زیارت کا حکم ۱۲۷
فصل: مسجد قبا اور بقیع کی زیارت کے مستحب ہونے کا بیان.............. ۱۳۱

هدية
HĀDIYAH

موسوعة ضيوف الرحمن

مواد منتقاة للحجاج والمعتمرين و الزوار بلغات العالم

978-603-8534-22-9